لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

ہمارے اخلاق کیسے ہوں

●●●● مسلمانوں میں کامل ایمان اسکا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو (ترمذی)

●●●● فرمایا۔ تم میں سب سے اچھا وہ ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں (بخاری)

●●●● قیامت کی ترازو میں حسن خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی کہ حسن اخلاق والا اپنے حسن خلق سے ہمیشہ کے روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کرسکتا ہے (ترمذی)

●●●● لوگوں کو قدرت الٰہی کی طرف سے جو چیزیں عطا ہوئیں ان میں سب سے بہتر اچھے اخلاق ہیں (حاکم نسائی وغیرہ)

●●●● اللہ کے بندوں میں سب سے پیارا وہ ہے جسکے اخلاق سب سے اچھے ہوں (طبرانی)

●●●● تم میں میرا سب سے پیارا اور نشست میں مجھ سے سب سے نزدیک وہ ہیں جو تم میں خوش خلق ہیں اور مجھے ناپسندیدہ اور قیامت میں مجھ سے دور وہ ہوں گے جو تم میں بد اخلاق ہیں۔ (طبرانی وغیرہ)

●●●● عہد رسالت میں دو صحابی عورتیں تھیں ایک رات بھر نماز پڑھتیں دن کو روزہ رکھتیں اور صدقہ دیتیں مگر اپنی زبان درازی سے پڑوسیوں کا دم ناک میں کیے رہتی تھیں دوسری صرف نماز پڑھتیں اور غریبوں کو چند کپڑے بانٹ دیتیں مگر کسی کو تکلیف نہ دیتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے پہلی کے بارے میں فرمایا کہ اسمیں کوئی نیکی نہیں اور اپنی بد خلقی کی سزا بھگتے گی اور دوسری کی نسبت فرمایا وہ جنتی ہوگی۔ (ادب المفرد، امام بخاریؒ)

فی شمارہ
سالانہ پینتیس ۳۵ روپے
۱/۱۰ اکتوبر ۱۹۸۸ء

Regd. No. LW/NP 56

Phone : 72336 73864

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India)

جب خریدیں تب اصلی

نقلی نورانی تیل ہرگز نہ خریدیں

* اگر نورانی تیل کے لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 چھپا ہے تب اصلی ہے
* اگر کیپسول پر ٹریڈ مارک ہے تب مئو کا اصلی نورانی تیل ہے۔

اکثر دوکاندار دو کوڑی والا نقلی نورانی تیل بیچتے ہیں، نقلی بنانے والے اپنا صحیح نام پتہ چھپا کر غلط طور سے ہمارا مئوناتھ بھنجن کا پتہ لکھ فراڈ کرتے ہیں اور ہمارے اصلی نورانی تیل اور ٹریڈ مارک کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں، اگر نورانی تیل کے لیبل اور کیپسول پر مذکورہ علامات نہیں ہیں تو بالکل نقلی اور جعلی ہے، ڈرگ انسپکٹر سے اسکی جانچ کرالیں، دوکانداروں کے فریب میں نہ آئیں۔ مذکورہ پہچان دیکھ کر ہمیشہ مئو کا اصلی نورانی تیل خریدیں۔

نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی مئوناتھ بھنجن۔ یو۔پی

جہاں نوب بی ٹانک

شربت نزلہ

دماغین

خون صفا

چند مشہور اور پیٹنٹ دوائیں

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

بمبئی کے عوام کا فیصلہ

کیفے فردوس کی چکن تندوری کا جواب نہیں جو ذائقے میں بے مثال ہے

اس کے علاوہ ـ عمدہ چکن بریانی، مٹن بریانی اور دوسرے مغلائی کھانے

لذیذ و خوش ذائقہ چائنیز کھانے
مثلاً ـ چکن جلی، ـ چکن من چو سوپ ـ چکن من چورین

اور مزیدار ویجیٹیرین کھانے
مثلاً ـ نورتن قورما، ویج جے پوری، ویج مکھن والا وغیرہ

نیز تازہ پھلوں کے رس اور آئسکریم وغیرہ

بمبئی میں اصل ذائقہ دار مغلائی چائنیز اور ویجیٹیرین کھانوں کیلئے صرف ایک عالیشان مقام

کیفے فردوس جزوی ایرکنڈیشن

154- سارنگ اسٹریٹ، کرافورڈ مارکٹ کے سامنے ممبئی 3

فون نمبر 324408 — 348634

حقہ کیلئے خوش ذائقہ

خمیرہ مشکی

ہمیشہ استعمال کیجئے

جو ہندوستان کے علاوہ

غیر ممالک میں بھی مقبول ہے

اعلیٰ و معیاری حقہ تمباکو کے مینوفیکچررز اینڈ ایکسپورٹرز

آزاد بھارت تمباکو فیکٹری

اس:- نادان محل روڈ، لکھنؤ، یو۔پی (انڈیا) فون 82803

فیکٹری:- شیخ پور، عالم نگر روڈ، لکھنؤ، یو۔پی (انڈیا) فون 51254

RES 83429 TELEX 0535-345 AZAD.IN. GRAM, KHMIRA, LUCKNOW

لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ
مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

شمارہ ۲۳	سنہ ۱۴۰۹ھ	۲۷ صفر	۱۰ اکتوبر ۱۹۸۶ء مطابق	جلد نمبر ۲۵

اداریہ — شمس الحق ندوی

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول بالا

سب کہتے ہیں کہ وہ یتیم جو مکہ کی وادیوں میں صادق وامین کے لقب سے مشہور ہوا۔ اپنوں پرایوں سب نے اس پر اعتماد و بھروسہ کیا اور اپنے تنازعات میں اس کو حکم بنایا اور بنایا ہی نہیں بلکہ اس نے جو بھی فیصلہ دیا اس کو بخوشی تسلیم کیا سب کو اطمینان ہوا کہ اس کے حکیمانہ فیصلہ نے لڑائی کی آگ بجھادی، جب امانت اٹھ چکی تھی اس کو امین جانا اور اسی کے پاس اپنی امانتیں رکھیں۔

لیکن جب اسی نے کہا کہ میں تمہاری زندگی کے لیل و نہار میں اضطراب، بے چینی، خوف، دہشت، بدامنی اور بے اطمینانی دیکھ رہا ہوں، عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم ہوتے دیکھ رہا ہوں، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں اپنی عزت و حرمت کو خاک میں ملا رہے ہو۔ فقر و فاقہ کا تم پر ایسا خوف طاری ہے کہ اپنے ہی جگر گوشوں کو موت کی نیند سلا رہے ہو تم اسی کی عصمت و عفت کی دھجیاں اڑا رہے جس نے تم کو جنا ہے، تم اسی کو وراثت میں تقسیم کر رہے ہو جس کی چھاتیوں نے تمہارے لئے دودھ کی نہریں جاری کی تھیں اور کبھی تمہاری وحشت و بربریت ان ضعیف کی بن کھلی کلیوں کو زیر زمین پہنچا دیتی ہے۔

وجہ یہ ہے کہ تم نے ملت ابراہیمی کے حیات آفریں ضابطۂ حیات اور چشمۂ حیواں سے منہ موڑ لیا ہے۔ تم جن تراشیدہ و ناتراشیدہ پتھروں کو اپنا آقا و حاجت روا سمجھتے ہو، وہ بے جان ہیں ان میں نفع و نقصان کی کوئی صلاحیت نہیں اور نہ ہی اس عقیدہ کی تاریکیوں میں تمہارے لئے کوئی ضابطۂ حیات اور قانون زندگی ہے۔ تم اس پر ایمان لاؤ جو اس پوری کائنات کا خالق و مالک ہے، میں اس کی طرف سے تمہارے لئے ایک مکمل ضابطۂ حیات لے کر آیا ہوں جس میں نہ صرف یہ کہ تمہارے دنیوی تمام دکھوں کا مداوا ہے۔ بلکہ وہ اس زندگی کے بعد ایک ایسی زندگی کا بھی پتہ دیتا ہے جس کو فنا نہیں، یقین کرو کہ اس جہان کے بعد ایک اور جہان بھی ہے، جہاں تم اس کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور تم کو اپنی اس فانی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا، ایک ایک عمل اور ایک ایک حرکت کا بلکہ ہر ہر سانس کا حساب دینا ہوگا۔ اس کی بتائی ہوئی راہ پر جو میں لے کر آیا ہوں، چلو گے تو کامیاب و بامراد ہوگے، اس سے منہ موڑو گے تو اس کے مواخذہ اور عذاب الیم کے مستحق قرار پاؤ گے اتنا کہنا تھا کہ سننے والے بپھر گئے، بگڑ گئے اور غیظ و غضب میں آگ بگولا ہوگئے، اپنے بے بنیاد عقیدہ، اوہام و خرافات کی حمیت اور بتوں کی حمایت میں!

پھر وہ سب کچھ ہونے لگا جو تاریخ نے رکارڈ کیا ہے۔ اور وہ جو کل تک صادق و امین تھا مقبول و معتمد علیہ تھا۔ اب اس پر عین کعبہ میں جہاں اس نے حجر اسود کے قضیہ کو نہایت حکیمانہ انداز میں حل کیا تھا اور جنگ کی آگ بجھائی تھی، اونٹ کی اوجھڑی ڈالی جانے لگی، وہ جس پر پھول برسنا چاہئے تھے کہ وہ محبت کا پیامی تھا اسی پر طائف کی وادیوں میں پتھروں کی بوچھار ہونے لگی اب اس کو طعنہ دیا جا رہا تھا کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھاتا پیتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اگر رسالت آنی ہی تھی تو مکہ اور طائف کے کسی صاحب ثروت پر آتی: "قَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ"۔

"کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں (یعنی مکے اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔" (زخرف ـ ۳۱)

اب بغض و عناد اس حد کو پہونچ گیا کہ طنز و تعریض، ایذا رسانیوں اور قہر مانیوں سے آگے بڑھ کر قتل کا منصوبہ بھی تیار ہونے لگا کچھ کہتے قتل کر دو کوئی کہتا چھوڑ دو وہ ابتر ہے۔ اس کے کوئی لڑکا نہیں، اس کی موت کے بعد آپ ہی قصہ پاک

نگران اعلیٰ
مولانا ابوالعرفان ندوی

مجلس ادارت
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

خط و کتابت کا پتہ
نیجر "تعمیر حیات" پوسٹ بکس ۹۳
ندوۃ العلماء، لکھنؤ
انڈیا

زر تعاون
سالانہ : پینتیس ۳۵ روپے
ششماہی : پچیس ۲۵ روپے
فی پرچہ : ایک روپیہ ۵۰ پیسے

بیرون ملک
بحری ڈاک، جلد ڈاک : ۱۰ ڈالر

فضائی ڈاک
ایشیائی ممالک : ۲۰ ڈالر
افریقی ممالک : ۲۰ ڈالر
یورپ و امریکہ : ۲۰ ڈالر

نوٹ
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پینتیس ۳۵ روپے ارسال فرمائیے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں۔

مکہ کے یتیم کی چاکری پر ناز

مولانا عبدالماجد دریابادی

کروڑوں تو شاید، لیکن لاکھوں بندے اللہ کے یقیناً ایسے ملیں گے، جو اپنی نجات اور اپنی عقبیٰ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ذات سے وابستہ سمجھ رہے ہیں اور آج ہی نہیں، سیکڑوں برس سے سمجھتے چلے آرہے ہیں۔ عقیدہ کی صحت و غلطی سے یہاں بحث نہیں، مقصود نفس واقعہ کا اظہار ہے۔ ان کی زبانوں پر نام ہے تو غوث اعظم کا اور دلوں میں اعتقاد ہے تو محبوب سبحانیؒ کا لیکن ذرا سوچ کر بتائیے کہ شیخ اور ان کے سارے پیر دادر پیس رو، حسن بصریؒ اور جنید بغدادیؒ، خواجہ اجمیریؒ اور سید احمدؒ سرہندی نظام الدین اور علاؤ الدین صابر کلیریؒ، نازاں کس شئے پر ہیں؟ اپنی سروری و سرداری پر، یا عرب کے امی کی غلامی اور مکہ کے یتیم کی چاکری پر؟ اللہ اللہ! جو خود لاکھوں کے سردار اور کروڑوں کے پیشوا انہیں اگر فخر ہے تو صرف اس کا کہ کسی آستان پاک کے جاروب کش ہیں اور بس! — دنیا میں اب تک بڑے بڑے جوگی اور رشی راہب اور اہل ریاضت گزرے ہیں، یہ امتیاز اور یہ اعزاز کسی اور کے حصہ میں آیا ہے؟ کسی کے خادموں میں بھی ایسے ایسے آفتاب و ماہتاب، اور وہ بھی اس کثرت سے ہوئے ہیں؟

بے نظیر خدمت اور خادم

امام بخاریؒ کے مرتبہ و عظمت سے کون ناواقف ہے۔ ان کی کاوش و تحقیق کی نظیر کسی ملک، کسی قوم میں ملتی ہے؟ پھر انہوں نے اور انھیں کی راہ پر دوسرے صدہا چلنے والوں نے امام مسلمؒ نے امام مالکؒ نے، امام ابو داؤدؒ نے، امام ترمذیؒ نے امام نسائیؒ نے اپنی ساری عمریں کس شخص کی نذر کردیں! محض ایک امی ہی کے اعمال و اقوال کے جمع کرنے میں! اور عسقلانیؒ اور عینیؒ، قسطلانیؒ اور طیبیؒ سخاویؒ اور شوکانیؒ قاضیؒ اور نوویؒ اور ان جیسے سیکڑوں دوسروں نے اپنی زندگیوں کو کس چیز کے لئے وقف کر رکھا ہے؟ اسی امی کے اقوال کی شرح و تفسیر، اور اس کی جانب منسوب الفاظ کی تنقیح و تنقید کے لئے! ابن جوزیؒ اور ابن تیمیہ اور ابن قیمؒ (ان کی ساری زندگیوں کی تحقیق و تدقیق کا خلاصہ کیا ہے؟ بس اسی قدر نہ، کہ فلاں فلاں بدعتیں اس امی کی سنت کے مخالف ہیں اور فلاں فلاں اقوال اس کی جانب منسوب کرنا اس پر افترا کرنا ہے) اس پردۂ عالم پر ایک سے بڑھ کر ایک عالم و فاضل، حکیم و فلسفی ادیب و مہندس، پیدا ہو چکے ہیں، دنیا نے اب تک ان میں سے کسی کے ساتھ، اس کا نصف بھی اعتنا کیا ہے؟ کسی فلاطون کسی سقراط، کسی نیوٹن، کسی کینٹ، کسی ڈاروِن کے اقوال و ملفوظات اس کاوش کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں؟ کسی کا ایک ایک فقرہ ایک ایک قول، ایک ایک لفظ اتنی سخت جرح اور ایسی ایسی موشگافیوں کے بعد، پاکوں کے واسطے اور سچوں کی شہادت سے یوں سلسلہ بہ سلسلہ منقول ہو کر پہونچا ہے؟

نقوش سیرت کی حفاظت

ابن اسحاق اور ابن ہشام، سہیلی اور زرقانی، ابن سعد اور قاضی عیاض دمیاتی اور مغلطائی اور ان کے صدہا شاگردوں اور رفیقوں کے ضخیم مجلدات آپ کی نظر سے اگر نہیں گزرے نہ سہی، ان کے ناموں کی شہرت تو یقیناً آپ کے کانوں تک پہنچ چکی ہوگی۔ ان کا مشغلۂ زندگی کیا رہا؟ یہ کاہے میں جئے اور کاہے میں مرے؟ اسی امی معلم کائنات کی سیرت کا ایک ایک گوشہ محفوظ رکھنے میں، اس کی کتاب زندگی کی ایک ایک سطر حفظ کرنے میں۔ اور محض یہی نہیں "روشن خیال" میور، اور "علم دوست" مارگولیس "تحقیق پسند" کارلائل اور "حقیقت طراز" ولہاؤسن کو کس کے سوانح نویسوں کی صف میں شمار ہونے کی آرزو بیقرار کئے ہوئے ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے گردن کش بادشاہ اور تاجدار ہو چکے ہیں، کسی کی سیرت، اس تحقیق اور اس جزئی تفصیل کے ساتھ تاریخ کے صفحات میں کہیں بھی ملے گی؟ کسی فرعون، کسی نپولین، کسی سکندر کسی زار، کسی قیصر، کسی دارا، کسی نغفور کسی سلطان، کسی مہاراجہ، کسی ہز مجسٹی کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا، جاگنا کھانا، پینا، ہنسنا، رونا، لیٹنا، بولنا اس جامعیت، اس استقصا اس تاریخیت اور اس اہتمام کے ساتھ کاغذ کے نقوش پر آج تک منتقل ہو سکا ہے؟

امی کی شریعت کے شارح، انکی وسعت

امام ابو حنیفہؒ کے نام سے بچہ بچہ واقف ہے۔ کون دل ہے جو آپ کی عظمت سے خالی ہے؟ آپ خود الگ رہے، انکے شاگرد بلکہ ان شاگردوں کے شاگرد، اس پایہ کے تھے، کہ معاصرین نے انہیں امام وقت تسلیم کیا۔ لیکن خود یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ اور ان کے احباب و رفقاء و تلامذہ، سفیان ثوریؒ اور اوزاعیؒ، ابو یوسفؒ اور محمدؒ، زفرؒ۔ اور حسنؒ، حمادؒ اور مزنیؒ طحاویؒ اور سرخسیؒ اور صدہا ہزارہا، فقہاء، جواب تک ہو چکے، یہ آخر گروہ در گروہ، انبوہ در انبوہ، کرتے کیا رہے ہیں؟ اسی ان پڑھ کے لائے ہوئے قانون کی شرح و تفسیر، اور اسی حرف ناشناس کی بتائی ہوئی شریعت کے فروع کا حل اور جزئیات احکام کا استنباط دنیا میں آخر اور بڑے بڑے امیر، وزیر، قانون ساز قانون گر، مدبرین سلطنت گزرے ہیں کیا ان میں سے کسی کو ایسے اور اتنے شارحین نصیب ہوئے ہیں؟ یونان، ہندوستان مصر، وغیرہ کو چھوڑیے۔ روم کو لیجئے، کہ اس کا "رومن لا" آج خدا معلوم کتنے دماغوں کو مرعوب کئے ہوئے ہے۔ جو بسط و وسعت اسلامی فقہ کو حاصل ہے "رومن لا" غریب کو اس کا عشر عشیر بھی تو نصیب نہیں ہے۔

نعت گو شعراء

مثنوی شریف آج بھی کتنے دلوں کو مست کئے اور کتنی محفلوں کو گرمائے ہوئے ہے، یہ مولانائے رومیؒ اور خواجہ حافظ، سعدی شیرازی، اور نظامی گنجوی، خسرو اور جامی، سنائی اور عطار صدیوں سے کس کے نام پر سر دھن رہے ہیں؟ کس کے پیام کی ترجمانی کر رہے ہیں؟ کس بڑے کا سہارا پکڑ کر خود بھی بڑے بن چکے ہیں؟ وہی بادیۂ عرب کا بوریہ نشین جو شاید شعر موزوں پڑھ بھی نہیں سکتا تھا، اور جس کے لئے شاعری موجب فخر نہیں، باعث ننگ تھی۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ۔ دنیا کے بڑے سے بڑے شاعر ولنے آج تک کس کا اس طرح استقبال کیا ہے؟ کس بادشاہ کی شان میں اس عقیدت قلب کے ساتھ، اس ارادت و خلوص کے ساتھ، اس سوز و گداز کے ساتھ، قصائد لکھے ہیں؟ کیسے یوں بے تاب ہو ہو کر پکارا ہے؟ ہومر کے، امراء القیس کے، فردوسی کے، والمیک کے، شیکسپیئر کے، ملٹن کے گوئٹے کے، کالی داس کے، کسی خطہ اور کسی زمانہ کے شاعر کے نام کو، پیام یہ مقبولیت، یہ مرتبہ، نہ سہی، اس کا آدھا، چوتھائی، دسواں حصہ نصیب ہوا ہے۔

کس شمع کے پروانے تھے

عمر فاروقؓ اور علی مرتضیٰؓ کے نام سے کیسے کیسے سورماؤں کے کلیجے دہل دہل کر رہے، خالد سیف اللہ کی شمشیر اور ابن عاصؓ کی تدبیروں نے پتھروں کو پانی کر کے بہا دیا، لیکن یہ سب خود کس شمع کے پروانے تھے؟ کس کے آستانہ پر جبیں سائی سے رفعتیں اور بلندیاں حاصل کرتے رہے؟۔ ہارون اور مامون سلجوقی اور دیلم، غزنوی و غوری، تیمور و بایزید، عثمان و سلیم، طارق و قاسم، لودی و خلجی، تیمور و بابر، ہمایوں و جہانگیر، شاہجہاں و اورنگ زیب، کس کی خاک بوسی کو سدا اپنے لئے معراج کمال اور وسیلۂ نجات سمجھے؟ دکن کا موجودہ صاحب سریر کس کے اشتیاق و تمنا میں گرم آنسو بہاتا اور سرد آہیں بھرتا رہتا ہے؟ بے سرو سامان رفیقوں نے کس کے دین کی بدولت ہسپانیہ اور فرانس

(بقیہ ص ۱۵ پر)

ہو جائے گا۔ اس کا نام اور کام مٹ جائیگا
آسمان والے نے کہا: اے رسول ابتر
تم نہیں وہ ہے جو تمہارا بیری ہے:
"إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ"
"تمہارا بیری ہی بے نام و نشان ہے۔"
تمہارے نام اور کام کا ڈنکا تو سارے عالم میں بجے گا اور جب تک یہ دنیا قائم رہے گی بجتا رہے گا۔
"وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ"
"اور ہم نے تمہارا ذکر بلند کیا۔"
اسے کون جانتا ہے جس نے ابتر کہا؟ اور اسے کون نہیں جانتا جسکو ابتر کہا گیا؟ دنیائے جہاں کی فضاؤں میں خشکی میں تری میں جہاں کہیں بھی اذان ہوتی ہے:
أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ
کی صدا ضرور بلند ہوتی ہے اور کہنے والے بڑے جذب و شوق اور مستی کے عالم میں کہتے ہیں: ع
"تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد"
زمانہ کروٹیں بدلتا رہا اس کے نام اور کام کو مٹانے کے لئے کچھ لوگ مسلح ہو کر نکلے لیکن ناکام رہے، پھر کچھ اور زمانہ گذرا لوگ گولا بارود لے کر نکلے اور ناکام رہے، پھر کچھ لوگ قلم کا غذ لے کر اس نام کو مٹانے کے درپے ہوئے اور ہیں، اس کے نام کو تو نہ مٹا سکے خود مٹتے جاتے ہیں۔ اگر کبھی ان کا نام لیا بھی جاتا ہے تو اسی کے مبارک نام کے طفیل سے

چلی شوخی نہ کچھ باد صبا کی
الجھنے میں بھی زلف اس کی بنا کی

آج بھی کچھ آبرو باختہ ہیں جو اس مقدس نام کو مٹا دینا چاہتے ہیں مگر وہ نہ مٹا ہے نہ مٹے گا پر مٹانے والے ہی مٹتے جائیں گے۔ یہ مٹانے کی کوشش پہلے جاری تھی اور جاری ہے کہ اس نام روشن کی روشنی میں ان کے مکروہ چہرے چھپ نہیں پاتے، جس سے ان کو شرم آتی ہے وہ چاہتے کہ جس طرح رات کے اندھیروں میں اور اپنے نائٹ کلبوں میں روشنی گل کر کے شرم و حیا اور انسانیت کی دھجیاں اڑاتے ہیں اس طرح اس کے نام روشن کو ختم کر دیں تو دن کے اجالے میں بھی ان کو ملامت کرنے والے نہ جائیں گے۔ آخر شرم و حیا، انسانیت و ہمدردی۔ خوش خلقی و خوش اطواری۔ انسانوں سے پیار و محبت، بار کر جینا اور مر کر جینا اسی کے نام روشن کے ذکر و یاد اور عشق و محبت

ہی کے دم سے تو قائم ہے۔ اس کے نام کا مٹنا عبارت ہے ان سب چیزوں کے مٹنے سے۔ بظاہر طبیعت آزاد اور آوارہ فکر اس نام کو مٹانے کے درپے رہتا ہے، پر یہ نام مٹتا نہیں ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہ نام مٹتا نہیں ہے، کبھی کبھی اس نام کے گرد باطل پرستوں کے خیالات فاسدہ اور افکار باطلہ کا ایسا ہالہ بن جاتا ہے کہ اب مٹا تب مٹا کا گمان ہونے لگتا ہے لیکن وہ ان تاریک پردوں سے اس طرح باہر آجاتا ہے جیسے بدلی میں سے چاند اور کہر میں سے سورج۔ اس اسم جہانتاب کو مٹانے کے عنوان بدلتے رہتے ہیں، آج

بیگانہ بتا جائے گا۔ یہ نام تو روشن رہے گا اس کا وعدہ ہے۔
إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ
بیشک یہ (کتاب) نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔ (الحجر - ۹)
"وَلَا يُخْلِفُ اللهُ وَعْدَهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔"
(یہ) خدا کا وعدہ (ہے) خدا اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (روم - ۶)
لیکن ہماری نسل اس سے محروم ہو جائے گی کہ تاریخ نے یہ بھی دکھایا ہے کہ اس نام کے شیدائی اس کی قدر نہ کر سکے تو دوسروں نے اسے سینے سے لگا لیا،

آپ کو رسول بنا کر بھیجا تھا یہ کہہ کر دور کر دیا تھا۔
"فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ"
(مومن - ۴)
"ان لوگوں کا (دو دورہ) چلنا پھرنا تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے"
یہ جیسے کل سچ تھا اور آج تک سچ ہوتا آیا ایسے آئندہ کل بھی سچ رہے گا۔ اس وقت اس نام کو مٹانے کیلئے جو طوفانی ہوائیں چل رہی ہیں وہ بہت سے کمزور دلوں کو مایوس کرتی ہیں کہ اب اس نام کا ستارہ گردش میں ہے جس کو رفعت و بلندی بخشی گئی تھی یہ کبھی نہیں ہو سکتا ہاں وہ خود اپنے آپ کو تول لیں کہ عزم و ہمت کے کس مقام پر کھڑے ہیں وہ ادھر چلتے ہیں جدھر زمانہ کھینچ رہا ہے یا ادھر بڑھتے ہیں جدھر کہ یہ نام دعوت دے رہا ہے یہ حالات تو آتے رہے ہیں اور آتے رہیں گے۔ ایسے بھیانک انداز سے آئے ہیں کہ امید کی کوئی کرن نہ نظر آتی تھی مگر یہ نام نہ صرف زندہ رہا بلکہ روشن و بلند رہا ہے اور موجودہ دور کے سارے فتنوں، خطروں اور سازشوں کے باوجود دنیا کا کونسا وہ گوشہ ہے جہاں اس نام کی آواز نہ گونجتی ہو۔ حتیٰ کہ وہاں بھی گونجتی ہے۔ جہاں اس نام کو مٹانے کے نہایت خطرناک منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد:
ایک بار پھر پڑھیئے:
إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ
یقیناً جو آپ کا بیری ہے وہی بے نام نشان ہوگا:
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ
ہم نے آپ کا نام بلند کیا ہے (اور بلند جب ہم نے کیا) تو مٹانے کی سکت کس میں ہے؟

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا........

آج ریڈیو سے یہ اعلان سنئے اور اخبار میں پڑھیئے کہ کل اولمپکس شروع ہو رہا ہے پھر ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے گرد اعلیٰ و ادنیٰ، غلام و آقا، خادم و مخدوم، افسر و چپراسی مسافر و راہ گیر وغیرہ کا ہجوم دیکھئے اور ہائے ہو سنئے، سینما ہالوں میں نائٹ کلبوں اور رقص گاہوں میں مرد و عورت۔ بیوی بچوں ماں باپ۔ بھائی بہنوں سب کا ایک ساتھ ہجوم ایک طوفان بے حیائی کے گرد ملاحظہ فرمائیے:
"گھروں کی سجاوٹ ڈیم ٹام کہ ایک سے بڑھ کر ایک موٹر کاروں اور سواریوں کے نت نئے ماڈل اور اسمیں ایک دوسرے سے مسابقت و منافست کا وہ جنون کہ خدا کی پناہ، زیب و زینت اور ہر آنے والے دن جدید فیشن کا سیلاب بلا خیز، پھر اسی کے ساتھ ساتھ غرور اپنی قوت و طاقت آل و اولاد کا ہم نشینوں و ہم نواؤں کا اور ان سب کی پذیرائی کے لئے غریبوں و ضرورت مندوں کا خون چوس کر سود در سود کی شرح بڑھا کر تماشا دیکھئے حب مال کی ایک نہ بجھنے والی پیاس کا، اور پھر چودہ سو سال قبل حجاز مقدس کی فضاؤں میں گونجنے والے ان الفاظ کو پڑھ جائیے اور دیکھ لیجئے کہ کیا آج کی صورت حال کا سراپا کھینچنے میں کچھ بھی کسر باقی رہ گئی ہے؟
اِعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ۔
اور بے تکلف و بے جھجک کہیئے: ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ
(ابوالفضل ندوی)

بنیاد پرستی کا عنوان دیکر اس کو مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور حیرت اس پر ہے کہ اس عنوان نے بہت سے ان لوگوں کو بھی فریب میں ڈال دیا ہے جو اپنے کو اس نام کا فدائی اور شیدائی کہتے ہیں اس کا سبب اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ جس ماحول و فضا میں وہ پلے بڑھے ہیں اس ماحول میں پلنے والوں کے جسم پر اس نام عالیشان کی قبا راس نہیں آتی، لہٰذا اس نام کے ہر فدائی و شیدائی پر یہ فرض ہو جاتا ہے کہ اپنی جدید نسل کی حفاظت و سلامتی ایمان کے لئے سازگار ماحول و فضا کی فکر کرے ورنہ اپنا بھی

جو کل جھٹلایا جا رہا تھا اور جھٹلایا نہ جا سکا آج بھی اسے کے جھٹلانے کے تمام جتن جاری ہیں۔ لیکن حق و صداقت کا جو نیر تاباں ۱۴ سو سال سے بھی زیادہ مدت سے دمک رہا ہے اور رہتی دنیا تک دمکنے کے لئے آیا ہے اس پر غبار ڈالنے کی کتنی ہی کوشش کی جائے غبار اسی پر لوٹ آئے گا جو اڑا رہا ہے اگر کبھی ناقدریوں اور حرماں نصیبیوں، لاف زنی اور خود ساختہ مفروضوں کی بدلیاں اس کو گھیر لیں تو یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ چلا گیا جو ہمیشہ کے لئے آیا تھا، اس غلط فہمی کو اول روز ہی خود اسی نے جس نے

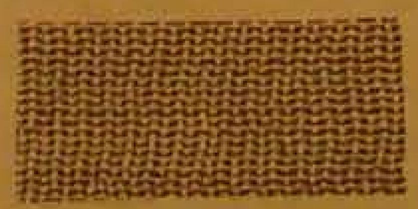

بقیہ
ندوہ کی سالانہ رپورٹ

آخر میں ہم آپ تمام بزرگوں کے شکرگذار ہیں کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے مجلس انتظامیہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے، ہم آپ سے زیادہ سے زیادہ تعاون اور دعا کے طلبگار ہیں

سیرت محمدی ﷺ
دعاؤں کے آئینہ میں

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

ذیل کا مضمون دراصل ایک مقالہ ہے جو "فاران" کراچی کے سیرت نمبر کے لئے لکھا گیا تھا، اور جنوری ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا تھا، اس مضمون میں رسول اللہ صلعم کی دعاؤں اور مناجاتوں کے ان پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے جن سے سیرت نبوی کا ایک اہم باب اور اس کی عظمت ایک نئے اسلوب سے سامنے آتی ہے۔ ہماری زندگی کے شب و روز میں جو کارگاہ ہستی کے طوفانوں اور ہنگاموں میں گذر رہے ہیں ان دعاؤں کا کتنا اہتمام پایا جاتا ہے؟ ادیبوں کو اس میں ادب اسلامی کا بھی نمونہ ملے گا ——— ادارہ

کمالات نبوی کے دو شعبے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں جو کمالات جمع تھے ان کو دو شعبوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔
عبدیت کاملہ و نبوت جامعہ

دعا اور دعوت عبدیت کا ظہور اور نتیجہ دعا ہے اور نبوت کا مظہر دعوت ہے، یہ دونوں سیرت محمدی کے اہم اور نمایاں عنوان اور اس صحیفۂ اعجاز کے دو مستقل باب ہیں، دعوت پر سیرت محمدی کے ہر طالب علم اور ہر مصنف کی نظر پڑتی ہے، اس کی تفصیلات سے کتابیں لبریز ہیں اور اس کے آثار و نتائج تمام دنیا میں درخشاں و تاباں ہیں، دعوت جلوت کی چیز ہے، اس لیے سب کو بے پردہ و بے نقاب نظر آئی، لیکن (میری کوتاہ نظر میں) اس حقیقت پر بہت کم لوگوں کی نظر پڑی کہ دعا کو سیرت نبوی میں کیا مقام حاصل ہے اور خود دعوت نبوی کی تاثیر و تسخیر میں اس کا کتنا بڑا حصہ ہے، اور خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبدیت کے اس شعبہ کو عروج و ترقی کی کس حد تک پہنچایا، کس طرح آپ نے اس شعبہ کا (جو عبدیت و عبادت کے تمام شعبوں اور مظاہر کی طرح مردہ و افسردہ ہو چکا تھا) احیاء اور اس کی تجدید فرمائی پھر اس کی تکمیل اور تعمیم فرما کر دنیا سے تشریف لے گئے۔

دور جاہلیت میں عبد و معبود کے رشتہ کا اضمحلال جن لوگوں کی مذاہب و عقائد کی تاریخ پر گہری اور تفصیلی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ اس دور میں جو جاہلیت کے نام سے موسوم ہے، عبد و معبود کے تعلق میں اتنا اضمحلال پیدا ہو گیا تھا کہ دعا کا سرچشمہ (جو یقین اور محبت و خوف کے بغیر جاری نہیں ہو سکتا) اندر ہی اندر خشک ہو گیا تھا، عبد اپنے اور معبود کے متعلق اتنی غلط فہمیوں اور اتنی جہالتوں کا شکار تھا کہ اس کے اندر دعا کا جذبہ اور تقاضا پیدا ہونا ہی مشکل تھا۔ دعا کے لیے اس ہستی کے یقین کی ضرورت ہے جس سے دعا کی جائے، پھر اس یقین کی کہ اس کو ہر طرح کی قدرت ہے اور دینے کے لیے اس کے پاس سب کچھ ہے، پھر اس یقین کی کہ اس کے در کے سوا اور در نہیں، پھر اس یقین کی کہ وہ خود بھی دینا چاہتا ہے اور محبت و رحمت، بخشش و عطا اور احسان و انعام اس کی خاص صفت ہے، اور کوئی لے کر اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا وہ دے کر خوش ہوتا ہے، پھر اس یقین کی کہ مخلوق محتاج محض اور سراپا کشکول گدائی ہے، پھر اس یقین کی کہ وہ معبود اپنی ہر مخلوق سے دنیا کی ہر چیز سے، یہاں تک کہ اس کی شہ رگ سے زیادہ سے زیادہ قریب ہے، وہ ہر ایک کی سنتا ہے اور ہر ایک کی ہر حال میں مدد کر سکتا ہے۔

صفات کی نفی کا اثر نفس انسانی پر جاہلیت کی تاریخ پر نظر ڈالئے، ان میں سے ہر یقین کتنا نایاب اور مضمحل ہو چکا تھا اور ان حقائق میں سے ہر حقیقت کے بارے میں کتنے شبہات و حجابات اور کتنے توہمات اور مغالطے پیدا ہو چکے تھے یونانی فلسفہ کو "واجب الوجود" یا "مبدا اول" کی صفات سے جتنا گریز و انکار اور صفات کی نفی اور مجرد و بلا صفت ذات کے اثبات پر جتنا اصرار تھا، اس کے بعد اس کے حلقہ اثر میں دعا و التجا کا کیا امکان باقی رہ جاتا تھا جس ذات کے متعلق کسی صفت کا علم نہیں، بلکہ اس سے ہر صفت کمال کی نفی کی جا رہی ہے اس سے سوال کرنے اور مدد چاہنے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں! جس کو کارخانۂ قدرت میں کوئی دخل نہیں جو "عقل اول" کو پیدا کر کے "معطل" ہو گیا، جس "واحد" سے ایک ہی "واحد" کا صدور ہو سکتا ہے[1] اور وہ ہو چکا اس سے ہر دم اور ہر آن نئے نئے افعال و احکام کے صدور کی توقع کب حق بجانب ہو سکتی ہے۔

مشرکانہ عقائد خدا سے دعا کرنے سے مانع

اس کے مقابلہ میں مشرکانہ جاہلیت اور "وثنیت" نے صفات الٰہیہ میں سے تقریباً ہر صفت کو کسی نہ کسی مخلوق کی طرف منسوب کر رکھا تھا، کوئی احیاء پر قادر تھا کسی کے ہاتھ میں رزق تھا، کسی کا علم محیط و ہمہ گیر تھا، اور ہر "غیب" اس کے لیے "شہود" تھا کسی کے لیے زمان و مکان کے حجابات اٹھ چکے تھے اور وہ اپنے پرستاروں کی ہر جگہ اور بیک وقت سب کی مدد کر سکتا تھا اور ہر جگہ پہنچ سکتا تھا وقس علیٰ ھذا ایسی حالت میں "الواحد" کی طرف رجوع کرنے اور اس کے سامنے دست سوال دراز کرنے کا کیا امکان تھا، خصوصاً جب کہ وہ نظر سے اوجھل اور مقامی الٰہ نظر کے سامنے اور دسترس کے اندر ہوں، اسی کے ساتھ اس کو بھی ذہن میں رکھئے کہ جاہلیت کے اس دور میں صفات و افعال الٰہیہ کا ذکر و تذکرہ بھی مفقود اور ان کا علم صحیح تقریباً معدوم ہو چکا تھا اور "الٰہہ کثیرہ" کی کارفرمائیوں اور کارسازیوں کی داستانوں سے مجلسیں معمور اور قلب و دماغ مسحور تھے، ایسی حالت میں وہ ذہنی کیفیت بالکل قدرتی اور طبعی تھی جس کا قرآن مجید نے نقشہ کھینچا ہے کہ:
وَإِذَا ذُكِرَ اللهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ۔ (الزمر ع ۶)
اور جب کہ ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے دل نفرت کرتے ہیں اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو فوراً خوش ہو جاتے ہیں۔

یونانی فلسفہ اور مشرکانہ جاہلیت کا اثر بہرحال یونانی فلسفہ نے (اس مسلک کی بنا پر جو اس نے صفات کے بارے میں اختیار کیا تھا) دعا و التجا کا دروازہ ہی بند کر دیا تھا، اور مشرکانہ جاہلیت نے (صفات الٰہیہ کو مخلوقات کی طرف منسوب کر کے) دعا و التجا کا رخ خدا سے موڑ کر بندوں کی طرف تبدیل کر دیا تھا، دونوں کا مجموعی نتیجہ یہ تھا کہ براہ راست خدا سے طلب و سوال اور دعا و التجا کا رواج ہی تقریباً ختم ہو گیا تھا، زمانہ بعثت میں پورے پورے ملک اور وسیع علاقوں میں ایسے چند آدمی بھی ملنے مشکل تھے جن کو خدا سے دعا کرنے کی عادت اور اس کا سلیقہ ہو اور جو اس سے تسکین حاصل کرتے ہوں اور اسی کی دعوت دیتے ہوں۔

رسول اللہ صلعم کا انسانیت پر احسان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ارواحنا و نفوسنا فداہ) نے محروم و مجوب انسانیت کو دوبارہ دعا کی دولت عطا فرمائی اور بندوں کو خدا سے ہمکلام کر دیا۔ اور دعا کی کیا دولت عطا فرمائی، بندگی کی بلکہ زندگی کی لذت اور عزت عطا فرمائی، اس مطرود انسانیت کو پھر اذن باریابی ملا، اور آدم کا بھاگا ہوا فرزند پھر اپنے خالق و مالک کے آستانے کی طرف یہ کہتا ہوا واپس ہوا۔

بندہ آمد بر درت بگریختہ
آبروئے خود بہ عصیاں ریختہ

دعا سے محرومی کا ایک سبب دعا سے محرومی کا ایک بڑا سبب جاہلیت کا یہ غلط تخیل تھا کہ خدا ہم سے بہت دور ہے، ہماری آواز وہاں کہاں پہنچ سکتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اعلان فرمایا اور یہ مژدہ سنایا کہ:-
وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ۔ (البقرۃ - ۲۳)
اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہوں۔

حقیقی نافع و ضار دوسرا غلط عقیدہ یہ تھا کہ خدا کے سوا کوئی اور بھی نفع و ضرر کا مالک اور انسانوں کی امداد و اعانت پر قادر ہے، اس عقیدہ نے دعا و استعانت کو حقیقی نافع و ضار سے ہٹا کر خیالی معاونوں اور داد رسوں کی طرف متوجہ کر دیا تھا اور عالم کا عالم شرک و بت پرستی کا شکار تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری قوت اور وضاحت کے ساتھ اس فرمان کا اعلان کیا جس میں آپ ہی کو خطاب تھا:
قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ وَلَٰكِنْ أَعْبُدُ اللهَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ○ وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ وَلَا تَدْعُ مِنْ

[1] یہ سب قدیم یونانی فلسفہ کے عقائد و مسلمات ہیں۔

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۚ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (یونس، ع ۱۱)

ترجمہ :- کہہ دو اے لوگو! اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا، بلکہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں وفات دیتا ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ ایمان والوں میں رہوں اور یہ بھی کہ یکسو ہو کر دین کی طرف رخ کئے رہوں اور مشرکین میں نہ ہوں، اور اللہ کے سوا ایسی چیز کو نہ پکارو جو نہ تیرا بھلا کرے اور نہ برا، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو بے شک ظالموں میں سے ہو جائے گا، اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کو کوئی ہٹانے والا نہیں اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا ہے تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

دعا کی رفعت شان

پھر آپ نے صرف اسی کو واضح نہیں کیا کہ بندہ اپنے مالک سے دعا کر سکتا ہے اور وہ اس کی سنتا ہے اور اس کی مدد کر سکتا ہے بلکہ آپ نے ثابت کیا کہ خدا کو دعا مطلوب ہے اور اور وہ اس سے خوش اور راضی ہوتا ہے بلکہ دعا نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہے دعا بندگی کا نہایت واضح اور مؤثر مظاہرہ اور عدم دعا بندگی سے گریز و استکبار و سرکشی کی علامت ہے آپ کے اس اعلان نے دعا کا پایہ کہیں سے کہیں پہنچا دیا اور اس کو بندگی کے فعل اضطراری کے درجہ سے اعلیٰ عبادت اور قرب کے مقام تک پہنچا دیا :-

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ۔ (المومنون۔ ع ۶)

اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں عنقریب وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا نہ کرنا محض محرومی کا باعث نہیں، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا بھی باعث ہے، حدیث کے الفاظ ہیں :-

مَنْ لَّمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ

جو اللہ سے سوال نہیں کرتا، اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

پھر آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ دعا کو مغز عبادت قرار دیا۔ "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" دعا کو رحمت و برکت کے دروازہ کی کلید قرار دیا گیا اور فرمایا گیا۔

مَنْ فُتِحَ لَهٗ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهٗ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ

جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل گئے

اس طرح دعا کا شعبہ جس کی زندگی میں کوئی جگہ نہیں رہی تھی، عبادات اور معابد بھی اس کے نور سے خالی ہو چکے تھے اور جاہلیت کے سالک و مرتاض اور عباد و زہاد بھی اس دولت سے محروم تھے، دوبارہ زندہ اور تازہ ہوا اور یہ دولت اتنی عام ہو گئی کہ

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی

ادعیۂ ماثورہ مستقل دلائل نبوت

نبوت محمدی کی تجدید اور اس کا عمل تکمیل اسی پر ختم نہیں ہوتا، آپ نے ہمیں دعا کرنا بھی سکھایا، آپ نے انسانیت کے خزانے کو اور دنیا کے ادب کو دعاؤں کے ان جواہرات سے مالا مال کیا جن کی نظیر اپنی آبداری و درخشانی میں صحف سماوی کے بعد مل نہیں سکتی آپ نے اپنے مالک سے ان الفاظ میں دعا کی جن سے زیادہ مؤثر اور بلیغ الفاظ جن سے زیادہ موزوں و مناسب الفاظ انسان لا نہیں سکتا، یہ دعائیں مستقل معجزات اور دلائل نبوت ہیں ان کے الفاظ شہادت دیتے ہیں کہ وہ ایک پیغمبر ہی کی زبان سے نکلے ہیں، ان میں نبوت کا نور ہے، پیغمبر کا یقین کا ہے، عبد کامل کا نیاز ہے، محبوب رب العالمین کا اعتماد و ناز ہے، فطرت نبوت کی معصومیت و سادگی ہے دل دردمند و قلب مضطر کی بے تکلفی و بیساختگی ہے، صاحب غرض و حاجت مند کا اصرار و اضطرار بھی ہے اور بارگاہ الوہیت کے ادب شناس کی احتیاط بھی، دل کی جراحت اور درد کی کسک بھی ہے اور چارہ ساز کی چارہ سازی اور دل نوازی کا یقین و سرور بھی، درد کا اظہار بھی ہے اور اس حقیقت کا اعلان بھی کر رہی

دردہا دادی و درمانی ہنوز

دعاؤں کی ادبی قدر و قیمت

یہ دعائیں اپنی روحانی و معنوی سے یہ غرض اور حاجت اگر اپنے مالک اور آقا سے ہو تو اس میں مقام نبوت کے لیے کوئی سوء ادب نہیں بلکہ فخر و مباہات ہے۔

قدر و قیمت کے علاوہ اعلیٰ ادبی قدر و قیمت کی حامل ہیں اور دنیا کے ادبی ذخیرے کے وہ نوادر اور شہ پارے ہیں جن کی نظیر انسانی لٹریچر میں نہیں مل سکتی بہت سے ناقدین ادب نے نجی خطوط کو اس وجہ سے ادب میں اعلیٰ مقام دیا ہے کہ وہ بے ساختہ اور تکلفات سے دور ہوتے ہیں اور ان میں دلی جذبات کی بے تکلف ترجمانی ہوتی ہے لیکن ان کو معلوم نہیں کہ ؏

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ادب کی ایک صنف اور بھی ہے

جس میں خطوط سے زیادہ بے تکلفی اور بیساختگی پائی جاتی ہے، جس میں سارے حجابات اور اصطلاحات اٹھ جاتے ہیں جس میں صاحب کلام اپنا دل کھول کر رکھ دیتا ہے اور اس کی زبان اس کے دل کی حقیقی ترجمان بن جاتی ہے، جب متکلم داد و تحسین سے بے پروا ہوتا ہے سامعین کی خاطر بات نہیں کرتا بلکہ اپنے دل کے تقاضے سے گویا ہوتا ہے، ادب عالی کی یہ صنف "دعا و مناجات" ہے۔

سیپارۂ دل

ادب کا ایک اہم عنصر (جس کو اکثر ناقدین فن نے نظر انداز کیا ہے اور جو ادب میں حقیقی روح اور طاقت پیدا کرتا ہے اور اس کو بقائے دوام بخشتا ہے) صداقت اور خلوص ہے۔ اس عنصر کی جیسی نمود "دعا و مناجات" میں پائی جاتی ہے، ادب کی کسی اور صنف میں نہیں پائی جا سکتی، پھر جب صاحب دعا صاحب درد بھی ہو اور اس کو اپنے درد دل کے اظہار پر اعلیٰ درجہ کی قدرت بھی ہو تو پھر اس کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ ادب کا معجزہ بن جاتے ہیں اور وہ الفاظ نہیں ہوتے بلکہ دل کے ٹکڑے اور آنکھ کے آنسو ہوتے ہیں اور وہ صدیوں تک ہزاروں انسانوں کو تڑپاتے رہتے ہیں پھر جب ان مطالب کو ادا کرنے والی زبان وہ ہو جو وحی کی گزرگاہ اور فصاحت و بلاغت کی بادشاہ ہو، تو پھر ان کی تاثیر و اعجاز کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

طائف کی دعا

حدیث و سیرت کے دفتر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو دعائیں منقول ہیں ان پر نظر ڈالیے، کیا کوئی بڑے سے بڑا ادیب اپنی بے بسی و کمزوری کا نقشہ کھینچنے کے لیے، اپنا فقر و احتیاج بیان کرنے کے لیے اور دریائے رحمت کو جوش میں لانے کے لیے اس سے زیادہ مؤثر، اس سے زیادہ دل آویز اور اس سے زیادہ جامع الفاظ لا سکتا ہے؟ ایک بار سفر طائف کا نقشہ سامنے لائیے اور مسافر طائف کے شکستہ دل اور خون آلود پاؤں پر نظر ڈالیے، پھر غربت و مظلومیت کی اس فضا میں ان الفاظ کو پڑھیے :-

اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ رَبَّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ إِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ إِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ أَوْ إِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهٗ أَمْرِيْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ بِكَ عَلَيَّ غَضَبٌ فَلَا أُبَالِيْ غَيْرَ أَنَّ عَافِيَتَكَ هِيَ أَوْسَعُ لِيْ أَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمٰتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مِنْ أَنْ تُحِلَّ بِيْ غَضَبَكَ أَوْ تُنْزِلَ عَلَيَّ سَخَطَكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ [1]

ترجمہ :- "الٰہی اپنی کمزوری، بے سر و سامانی اور لوگوں کی تحقیر کے بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں، تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، درماندہ اور عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے، کیا بیگانہ ترش رو کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی کچھ پروا نہیں، لیکن تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسیع ہے، میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں، جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے یا تیری رضامندی مجھ پر وارد ہو مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔"

کیا کبھی جب آپ کو ایسا وقت پیش آئے اور آپ کے دل کی کیفیت بھی یہی ہو تو آپ ان سے بہتر اور ان سے زیادہ مؤثر الفاظ لا سکتے ہیں یا آپ کو دنیا کے ادبی ذخیرے میں اپنے دل کی ترجمانی کے لیے اس سے بہتر لفظ مل سکتے ہیں؟

عرفات کی دعا

اس طرح میدان عرفات کا تصور کیجئے، ایک لاکھ چوبیس ہزار کفن بردوش انسانوں کا مجمع ہے، لبیک کی صداؤں اور حجاج کی دعاؤں سے فضا گونج رہی ہے، خدا کی شان بے نیازی اور عظمت و جبروت کا نقشہ سامنے ہے، انسانوں کے اس جنگل میں ایک برہنہ سر احرام پوش ایسا بھی ہے (فداہ ابی و امی) جس کے کاندھوں پر ساری انسانیت کا بار ہے، جو ہر دیکھنے والے

---

[1] یہ الفاظ تاریخ طبری کے ہیں، الفاظ کے ذرا فرق کے ساتھ یہ دعا کنز العمال میں حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے۔

سے زیادہ خدا کی عظمت و جلال کا مشاہدہ کر رہا ہے اور ہر جاننے والے سے زیادہ انسان کی درماندگی، بے حقیقتی اور بے بسی سے واقف ہے اس پر تاثیر اور پر ہیبت فضا میں اس کی آواز بلند ہوتی ہے اور سننے والے سنتے ہیں :-

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِيْ وَتَرٰى مَكَانِيْ وَتَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِّنْ أَمْرِيْ وَأَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ أَسْأَلُكَ مَسْأَلَةَ الْمِسْكِيْنِ وَأَبْتَهِلُ إِلَيْكَ ابْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ، وَأَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِيْرِ، وَدُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُهٗ وَذَلَّ لَكَ جِسْمُهٗ وَرَغِمَ لَكَ أَنْفُهٗ، اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَائِكَ شَقِيًّا وَكُنْ لِّيْ رَءُوْفًا رَّحِيْمًا يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَيَا خَيْرَ الْمُعْطِيْنَ [1]

ترجمہ :- اے اللہ تو میری بات سنتا ہے اور میری جگہ کو دیکھتا ہے اور میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے، تجھ سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی، میں مصیبت زدہ ہوں، محتاج ہوں، فریادی ہوں، پناہ جو ہوں، پریشان ہوں، ہراساں ہوں، اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا ہوں، اعتراف کرنے والا ہوں، تیرے آگے سوال کرتا ہوں جیسے بیکس سوال کرتے ہیں، تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں جیسے گنہگار ذلیل و خوار گڑگڑاتا ہے اور تجھ سے طلب کرتا ہوں، جیسے خوف زدہ آفت رسیدہ طلب کرتا ہے، اور جیسے وہ شخص طلب کرتا ہے جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہو اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں اور تن بدن سے وہ تیرے آگے فروتنی کیے ہوئے ہو اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو، اے اللہ تو مجھے اپنے سے دعا مانگنے میں ناکام نہ رکھ اور میرے حق میں بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہو جا، اے سب مانگے جانے والوں سے بہتر، اے سب دینے والوں سے اچھے۔"

کیا خدا کی عظمت و کبریائی اور اپنی ناتوانی و بے نوائی، فقر و احتیاج، عجز و مسکنت کے اظہار و اقرار کے لیے اور رحمت خداوندی کو جنبش میں لانے کے لیے ان سے زیادہ پر تاثیر، پرخلوص اور دلنشیں الفاظ انسانی کلام میں مل سکتے ہیں اور اپنے دل کی کیفیت اور عجز و مسکنت کا نقشہ میں اس سے بہتر کھینچا جا سکتا ہے! یہ الفاظ تو دریائے رحمت میں تلاطم پیدا کر دینے کے لیے کافی ہیں، آج بھی ان کو ادا کرتے ہوئے دل امنڈ آتا ہے، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور رحمت خداوندی صاف متوجہ معلوم ہوتی ہے، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی ہزاروں رحمتیں کہ ایسی پرکیف اور اثر آفریں دعائیں امت کو سکھا گیا اور "باب رحمت" پر اس طرح دستک دینا بتا گئے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلٰى عِتْرَتِهٖ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ۔

بندگی و بے چارگی کا اظہار

سب جانتے ہیں کہ ایک قوی اور غنی ذات، قادر مطلق، سلطان برحق، مالک الملک کو اپنی طرف کھینچنے، متوجہ کرنے اور اس کی رحمت کو اپنی عجز و درماندگی اور اپنی بندگی و بے چارگی کے زیادہ سے زیادہ اور مؤثر سے مؤثر اظہار کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس اعتراف کی کہ ہم خاندانی و نسلی غلام، مملوک ابن مملوک اور اس در دولت اور آستانۂ شاہی کے قدیمی نمک خوار و پروردۂ نعمت ہیں، جان و مال ہر چیز کے آپ مالک ہیں، کوئی چیز آپ کے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں، ایسی حالت میں آپ ہی رحم نہ فرمائیں گے اور آپ ہی خبر نہ لیں گے تو کون لے گا، دیکھئے کسی دعا کے لیے اس سے بہتر تمہید اور مقصد کی کشاکش کے لیے اس سے بہتر کلید کیا ہو سکتی ہے؟

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ أَوْ أَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ أَوْ عَلَّمْتَهٗ أَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ بَصَرِيْ وَجِلَاءَ حُزْنِيْ وَذَهَابَ هَمِّيْ [2]

"اے اللہ میں بندہ ہوں تیرا، اور بیٹا ہوں تیرے بندے کا، اور بیٹا ہوں تیری بندی کا، ہمہ تن تیرے قبضہ میں ہوں، نافذ ہے میرے بارے میں تیرا حکم اور عین عدل ہے میرے بارے میں تیرا فیصلہ، میں تجھے ہر اسم کے واسطے سے جس سے تو نے اپنی ذات کو موصوف کیا ہے یا اس کو اپنی کتاب میں اتارا ہے یا اسے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بتایا ہے یا اپنے پاس اسے غیب ہی میں رہنے دیا ہے، درخواست کرتا ہوں کہ قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار بنا دے اور میری آنکھ کا نور اور میرے غم کی کشائش اور میری تشویش کا دفعیہ۔"

انسانی ضروریات کی جامع نمائندگی

انسان کی ضروریات لا انتہا ہیں، ان میں انتخاب نہایت مشکل، ان سب کا سمیٹنا ناممکن، ایسی حالت میں انسان اپنی کیا ضروریات بیان کرے، کیا نہ بیان کرے، ہم اپنے ہی حال پر غور کریں کہ اگر عرض دعا کا موقع آ سکے تو ہمیں کیسی پریشانی پیش آئے اور بعد میں کیسی کیسی حسرت ہو کہ ؏

بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

لیکن دیکھئے پیغمبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کی (بشرطیکہ وہ فطرت صحیحہ پر ہو) اور انسانی ضروریات کی کیسی جامع نمائندگی کی ہے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، أَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًى إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ [3]

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ حلیم و کریم ہے پاکی ہے اللہ کی جو عرش عظیم کا مالک ہے، سب تعریف اللہ کی ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے میں تجھ سے وہ اعمال و خصائل مانگتا ہوں جو تیری رحمت کو واجب کرنے والی ہیں اور مغفرت کے یقینی اسباب اور ہر نیکی کی لوٹ اور ہر معصیت سے حفاظت، کوئی گناہ نہ چھوڑ جسے تو بخش نہ دے، نہ کوئی تشویش جسے تو دور نہ فرما دے نہ کوئی ایسی ضرورت جو تیری مرضی کے مطابق ہے جس کو پورا نہ فرمائے اے ارحم الراحمین۔"

ایک دوسری دعا میں فرماتے ہیں :-

اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيَ الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِيْ وَأَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ، وَأَصْلِحْ لِيْ آخِرَتِيَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ [4]

"اے اللہ میرا دین درست رکھ جو میرے حق میں بچاؤ ہے اور میری دنیا درست رکھ جس میں میری معاش ہے اور میری آخرت درست رکھ جہاں مجھے لوٹنا ہے اور زندگی کو میرے حق میں، ہر بھلائی ترقی اور موت کو میرے حق میں ہر برائی سے امن بنا دے۔"

غیر فانی عیش اور غیر مختتم مسرت

انسان لطف و مسرت کا کتنا حریص ہے لیکن اس کی نگاہ محدود اور کوتاہ، وہ فانی لذت کا جویا اور ختم ہو جانے والی مسرت کا طالب ہے، آپ دعا فرماتے ہیں، اور دعا ہی دعا میں اس نکتہ کی تعلیم دے جاتے ہیں کہ اصل مانگنے کی چیز غیر فانی عیش اور غیر مختتم مسرت ہے اور اصل مطلوب شیٔ دوسری زندگی کی راحت اور دیدار الٰہی کی لذت ہے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ نَعِيْمًا لَّا يَنْفَدُ وَقُرَّةَ عَيْنٍ لَّا تَنْقَطِعُ وَأَسْأَلُكَ الرِّضَاءَ بِالْقَضَاءِ وَبَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَذَّةَ النَّظَرِ إِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ إِلٰى لِقَائِكَ [5]

"اے اللہ میں تجھ سے ایسی نعمت مانگتا ہوں جو ختم نہ ہو اور ایسی آنکھوں کی ٹھنڈک جو جاتی نہ رہے اور میں تجھ سے مانگتا ہوں تیرے حکم (تکوینی) پر رضامند رہنا اور موت کے بعد خوش عیشی اور تیرے دیدار کی لذت اور تیری دید کا شوق۔"

دعاؤں میں اخلاقی حقیقتیں اور نفسیاتی نکتے

ایمان کی دولت کے بعد اخلاق حسنہ بڑی نعمت ہیں جس نے اپنے متعلق خبر دی ہے کہ :- بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ، "میری بعثت کی ایک اہم غرض مکارم اخلاق کی تکمیل ہے"، وہ مکارم اخلاق کی اہمیت کیسے محسوس نہ کرے گا اور اس کی باریکیوں اور نزاکتوں پر اس کی نظر کیسے نہ ہوگی؟ ماثور دعاؤں کا ایک بڑا حصہ اخلاق و صفات حسنہ سے متعلق ہے اور ان دعاؤں میں ایسی اخلاقی حقیقتیں اور ایسے نفسیاتی نکتے بیان کئے گئے ہیں جو علمائے اخلاق و علم النفس کے لیے مستقل موضوع مطالعہ ہیں۔ پہلے تو آپ کی ایک جامع دعا پڑھیے، پھر مختلف اخلاق انسانی پر ادعیۂ ماثورہ کا مطالعہ کیجیے، تہجد کی ایک دعا میں ارشاد فرماتے ہیں :

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِأَحْسَنِ الْأَعْمَالِ وَأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَقِنِيْ سَيِّئَ الْأَعْمَالِ وَسَيِّئَ الْأَخْلَاقِ لَا يَقِيْ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ [6]

"اے اللہ مجھے بہترین اعمال اور بہترین اخلاق کی توفیق و رہنمائی فرما بہترین اعمال و اخلاق کی تو ہی رہنمائی فرما سکتا ہے اور مجھے برے اعمال و اخلاق سے بچا، برے اعمال و اخلاق سے تو ہی بچا سکتا ہے۔"

بقیہ صفحہ پر

---

[1] کنز العمال عن ابن عباس رضؓ۔ اس مقالہ کی اکثر ادعیہ کا ترجمہ مناجات مقبول سے ماخوذ ہے جو مولانا عبدالماجد دریابادی کے ترجمہ و شرح کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

[2] طبرانی عن ابن مسعود رضؓ

[3] ترمذی و ابن ماجہ عن عبداللہ بن ابی اوفی رضؓ

[4] مسلم، عن ابی ہریرۃ رضؓ۔

[5] مستدرک عن عمار بن یاسر۔

[6] النسائی عن جابر رضؓ۔

کس منہ سے کہتے ہو کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ

حیرت ہے کہ بکھرا ہوا وحشی عرب جس میں وثنی بت پرست یہودی عیسائی صابئی عقل پرست سبھی ہیں ان مختلف اقوام و قبائل کے باہمی انتشار جنگ و جدال کو ختم کر کے ایک پرامن آئینی نظام سلطنت کے ساتھ وابستہ کرنے میں جھوٹوں نے جس قدر جھوٹ چاہا پھیلایا لیکن واقعہ صرف اس قدر اور اسی قدر ہے کہ دس لاکھ مربع میل کی طویل و عریض سرزمین کا پایہ تخت جس وقت کسانوں کا ہی قصبہ ہوگیا تو دس سال کی اس لمبی اور دراز مدت میں دشمنوں (عربی ہندوؤں) یہودیوں عیسائیوں مسلمانوں سب میں سے امن و امان کی اس جد و جہد میں طرفین کے جتنے آدمی کام آئے ان کی تعداد کروڑ لاکھ بلکہ دو ہزار چار ہزار بھی نہیں اتنی بھی نہیں جتنی "نیویارک" کی سڑکوں یا "لندن" کی شاہراہوں پر موٹر کے نیچے سے روزانہ اٹھائے جاتے ہیں یا ہندستان کی معمولی جھڑپوں میں لاشوں کی جو فہرست تیار ہوتی ہے بلکہ کل لے دیکر سب کی کل تعداد کل اٹھارہ سو ہے یہ ہے خونی پیغمبر کا بہایا ہوا خون، یا قصابوں کی وہ دکان جس کے شور سے گنبد گردوں بھی تھرا اٹھا ہے، غیر تو غیر اپنے بھی پریشان ہیں۔

اف! برگندہ باد آنکھوں سے بد اندیشوں کو صرف وہی خون نظر آیا جہاں سے انسانیت کی مردہ لاش میں زندگی کا خون دوڑایا گیا جہاں موت ہے، مردوں کو "دل" کمر دل کو وہاں زندگی نظر آرہی ہے اور جہاں صرف زندگی بٹ رہی ہے، انصاف کرنے والوں نے کیسا انصاف کیا جب موت کے وادی کے نام سے انہوں نے دنیا میں اس کا پروپیگنڈا کیا اٹھارہ سو طرفین کی اٹھارہ سو تعداد اس وقت ہے جب اس میں بلا وجہ بنی قریظہ کے ان یہودیوں کو بھی شریک کرلیا جائے جن کو خود ان کی کتاب اور ان کی شریعت نے ان ہی کی مرضی سے اپنے ہی قانون کی رو سے اس وقت ناپید کیا جب سمجھا گیا کہ اس چھوٹی سی جماعت کی زندگی سے سارے عرب بلکہ ممکن ہے کہ عرب کے اطراف کی بڑی جماعت کی موت پیدا ہوگی آخر جب تین کروڑ والے مقتولوں والی عالمگیر جنگ کی آگ یہودی پھونک کی سلگائی ہوئی مانی جاتی ہے تو اگر ان یہودیوں کے متعلق یہ سمجھا گیا تو کیا غلط سمجھا گیا اور صرف یہی نہیں اسی اٹھارہ سو میں بیچارے ان شہید مقتولوں کو بھی شمار کرلیا گیا ہے، جن کو نجد والے اپنے ملک میں وعظ و تلقین، تعلیم و تذکیر کیلئے لے گئے، اور معونہ نامی کنوئیں پر ستر آدمیوں کو شہید کر دیا انہیں میں وہ دس مبلغ بھی ہیں جنہیں بے دردی کے ساتھ بلا وجہ رجیع کے مقام پر ذبح کر دیا گیا یہ تو مسلمانوں کے طرف کے شہدا ہوئے اسی طرح فریق ثانی کے ان مقتولوں کو اسی تعداد میں شریک کرلیا گیا ہے جو بجز قصاص یا ڈاکہ یا چوری میں مارے گئے، یا گرفتاری کے سلسلہ میں قتل ہوئے، لوگ سوچتے نہیں ورنہ دس سال کی اس طویل مدت میں اگر جنگ کا اطلاق کسی معرکہ یا مہم پر ہوسکتا ہے تو وہ "بدر" ہے جس میں بائیس مسلمانوں اور ستر قریش کے اسی طرح "احد" میں ستر مسلمانوں اور تیس قریشوں کے آدمی کام آئے بشرطیکہ ہزار پندرہ سو آدمیوں کے مجمع اور ان کی باہمی آویزش کا بجائے جھڑپ کے جنگ اور (ڈبیل) رکھا جائے۔

بہر حال قریشیوں سے جو کچھ چھیڑ چھاڑ ہوئی وہ اسی پر ختم ہوگئی نہ "خندق" میں بازار قتال گرم ہوا، نہ مکہ میں خونریزی ہوئی اس کے بعد ایک دو معرکہ یہودیوں سے ہوئے جس میں "خیبر" سب سے اہم ہے اس میں اٹھارہ مسلمان شہید اور ترانوے یہودی مارے گئے، عیسائیوں سے "موتہ" میں گھمسان کی لڑائی ہوئی لیکن اس گھمسان میں بھی کل مسلمانوں کے بارہ شہیدوں کا حال معلوم ہوا، اس کے سوا کچھ ڈاکوؤں کا تعاقب میں چوروں کا پیچھا کیا گیا، باغیوں کی سرکوبی کے لئے کوئی دستہ روانہ کیا تھا جس میں اکثر مواقع میں جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی، بہر حال اگر خالص لڑائی اور جہاد کے شہیدوں اور مقتولوں کا حساب کیا جائے تو ان کی تعداد پانچ چھ سو سے زیادہ اس کل دس سال کی مدت کے اندر سارے ملک عرب میں انشاء اللہ ثابت نہ ہوگی حالانکہ مقابلہ میں عرب کے وحشی قبائل، طاقتور جمہوریتیں اور بعض سلاطین بھی تھے لیکن جس کو طائف کے بعد سب کچھ دے دیا گیا تھا کیوں سوچا جاتا ہے کہ اس کو کیوں کر ملا، اس کے ساتھ ایسا کیوں ہوا جس کی زندگی کا ہر واقعہ اس کے کلمہ، دعوت و دعویٰ "لا الٰہ الا اللہ" کی دلیل ہے آخر ان واقعات میں بھی اسی کو کیوں نہیں ڈھونڈا جاتا، الغرض یہ ہیں کل دس سال اور وہ سارے جنگ و جدال جن کے خون کا افسانہ ہزلہا بو قلموں رنگوں سے رنگین کر کے دنیا کو سنایا جاتا ہے۔

اب دیکھو کہ جہاں انسان مسجود ملائکہ انسان کی جان ایک مچھر اور مکھی سے بھی زیادہ قیمت نہیں رکھتی تھی اس کی جان تو بڑی چیز ہے اس کے کپڑے کا دھاگا بھی رات کی اندھیریوں میں کوئی بھی نکال نہیں سکتا امن و امان کا دور دورہ ہے عالم پر منطبق کرنے کیلئے انسانی زندگی کے جس آئین و دستور کا نقش مدینہ کے پرچم میں کاڑھا گیا تھا اس کے نیچے چلے آتے ہیں سے تابانہ چلے آتے ہیں آدم کے بچے ہر چہار طرف سے چلے آتے ہیں، فوج در فوج چلے آتے ہیں، وفود کا تانتا بندھ جاتا ہے۔

پھر مدینہ میں جو پایہ تخت قائم ہوا، وہاں منبر کی جگہ تخت بچھایا گیا وہی منبر ہے وہی مسجد ہے، وہی جھونپڑے ہیں وہی چمڑے کا اکھرا گدا ہے، نہ حاجب ہے، نہ دربان ہیں، امیر بھی آتے ہیں، غریب بھی آتے ہیں دونوں کے ساتھ ایک معاملہ ہے عجب دربار!

سلاطین کہتے ہیں شاہی دربار تھا، کہ فوج تھی، علم تھا، پولس تھی، جلاد تھے، محتسب تھے، گورنر تھے، کلکٹر تھے، منصف تھے، ضبط تھا، قانون تھا۔

مولوی کہتے ہیں مدرسہ تھا، کہ درس تھا، قضا تھا، تصنیف تھی، تالیف تھی محراب تھی منبر تھا!

صوفی کہتے ہیں خانقاہ تھی، کہ دعا تھی، جھاڑ تھا، پھونک تھا، ورد تھا، وظیفہ تھا، ذکر تھا، شغل تھا، تحنث (چلہ) تھا، گریہ تھا، بکا تھا، وجد تھا، حال تھا، کشف تھا، کرامت تھی، فقر تھا، فاقہ تھا، زہد تھا، قناعت تھی، کنکریاں دی جاتی تھیں کہ کھارے کنوؤں کا پانی میٹھا ہوجائے گا، بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرا جاتا ہے جس کو جو کچھ دیا جاتا ہے پورا ہوتا ہے!

مگر سچ یہ ہے کہ وہ سب کچھ تھا اس لئے کہ وہ سب کیلئے تھا، آئندہ جس کسی کو چلنا تھا جہاں کہیں چلنا تھا، جس زمانہ میں چلنا تھا اسی روشنی میں چلنا تھا!

بیرون عرب میں تبلیغ کا کام

یہ تو عرب کیلئے ہوا، عرب کے اندر دیکھو کہ عرب کے باہر کا کام شروع ہوجاتا ہے اسی دس سال کے اندر میں مشرق کی سب سے بڑی قوت "پرشین امپائر" اور مغرب کی سب سے بڑی طاقت "رومن امپائر" کے ساتھ اطراف و جوانب کے سلاطین کو بھی چونکا دیا جاتا ہے کہ وقت سے پہلے جاگ جاؤ، جو جاگا اس نے پایا جو سویا اس نے کھویا "کسریٰ" نے خط پھاڑا اس کا ملک پھاڑ دیا گیا "قیصر" بھی پھاڑ دیتا اور خدا کرتا کہ پھاڑ دیتا تو وہ بھی پھٹ جاتا، لیکن ملتوی کر کے اس نے اپنی قوم اور اپنے ملک کی موت کو ملتوی کرالیا!

اور اتنا ملتوی کیا کہ گویا وہ فوج آج تک واپس نہیں ہوئی اور خدا ہی جانتا ہے کہ کب واپس ہوگی جسے رومیوں کی طرف روانہ کر کے دماغ کے ان عجیب و غریب تجربات دینے والا پاک وجود پھر "دل" کے حالات میں مستغرق ہو کر اس بستر پر لیٹ لیا جس پر لیٹنے کے بعد پھر اٹھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے اللّٰھم صل علیہ وسلم دیکھنے والوں نے دیکھا تھا کہ اس بستر پر لیٹنے کی جو آخری رات تھی اس کے روشن کرنے والے چراغ میں تیل کسی غریب پڑوسی سے قرض کر کے آیا تھا اور جو چادر اس وقت مرض والپسین کے مریض پر پڑی ہوئی تھی، جب بعد کو دیکھا گیا تو صرف پھٹا ہوا ایک سیاہ کمبل تھا جس کے اوپر تلے پیوند لگے ہوئے تھے اس کی زرہ تین صاع جو پر ایک یہودی ساہوکار کے یہاں گرو تھی۔

جاننے کے بعد نہ ماننے کیلئے جھوٹ کے بلوں میں پناہ پکڑنے والو! سو جھ رہا ہے، دیکھ رہے ہو جو اس بستر پر لیٹا ہوا ہے، انصاف کے خونیو! کیا یہی مکہ کا وہ فقیر ہے جس کے متعلق تمہارے گندی زبانوں نے غل مچایا کہ وہ مدینہ کا بادشاہ ہوگیا تھا، اور کیا آج ہی اس کا یہ حال ہے دس سال کی اس مدت میں کس نے اس کے گھر سے روز دھواں اٹھتے ہوئے دیکھا؟ ایسے بادشاہ کس دنیا میں گزرے ہیں جن کے منہ جو کے بے چھنے آٹے کی روٹی بھی میسر نہ آئی؟ فقیروں نے بھی کبھی دو دو تین تین مہینے تک صرف پانی اور خشک چھواروں پر زندگی گزاری ہے؟ فاقہ مستوں نے بھی کبھی بھوک کی شدت میں پیٹ پر دو دو پتھر باندھے ہیں؟ کن بادشاہوں

کی لڑکیوں کے ہاتھ میں چکی پیسنے کا گھٹا اور گردن میں پانی بھرنے کے نشان دیکھے گئے؟ ایسی شہزادی زمین کے کس خطہ میں پائی گئی جس کو اور جس کے بچوں کو دو دو تین تین دن بھوک کی شدت میں دن کو رات اور رات کو دن کرنا پڑا ہے؟ بادشاہوں کا قصر کیا اسی کو کہتے ہیں جس کے کھجوروں کے پتوں کی چھپر سے بھی آدمی کا سر لگتا ہو۔

"مدینہ" کے بادشاہ کا شاہی محل تو اس وقت بھی موجود ہے اس کے طول و عرض کو تو آپ بھی ناپ سکتے ہیں سے باہر میں اس کے کچھ بھی ہو لیکن اندر تو اس کا وہی ہے جو پہلے تھا۔

بہر حال دس سال تک "دماغ" کا بھی اسی طرح کھلی روشنی میں تجربہ کرایا گیا جس طرح تیرہ سال تک "دل" کے مشاہدات پیش کئے گئے۔

اور تم دیکھو کہ اسی عرب میں ایک طرف ان کا نسخہ اتارا گیا جن کی بڑائی میں خدا کی کبریائی کی بھی گنجائش نہ تھی تو دوسری طرف ان ہی میں ایک اور نشہ پیدا ہو گیا کہ خدا کے بڑائی کے سوا ان کے اندر کسی کے بڑائی باقی نہ رہے یہی وہ گروہ تھا جو "سینا" کی روشنی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملائکہ قدوسیوں کی شکل میں نظر آیا وہی دعویٰ جس کی دلیلیں مسلسل خود اپنے اندر سے اس دعوی کا مدعی اعلان کے پہلے چمکا رہا تھا اسی دعوی کے نسخہ کو ان پر بھی پیش کیا گیا جنہوں نے جان کر اس کو مانا تھا، یہ نسخہ ان کو پلایا گیا،

اور کسی جنگل یا پہاڑ کے غاروں میں نہیں، "تلوار" کی چھاؤں میں اس کی مشق کرائی گئی؛

پلا کر بھی دکھایا جاتا تھا اور چڑھا کر بھی دکھایا جاتا تھا "بدر" میں جب پلا کر اترے تو اس کے نتائج بھی ان کے سامنے تھے اور "احد" میں جو کچھ ہوا ان ہی کے بدولت ہوا جس سے پینے میں کچھ کوتاہی ہوئی "مکہ" جب فتح ہوا تو سب اسی نشہ میں سرشار تھے، "حنین" میں جب میدان چھوٹا تھوڑی دیر کیلئے چھوٹا تو تم اس میدان کے نقشے میں اور اس گھاٹیوں، پہاڑیوں میں اس کے اسباب کو کھوجو! لیکن میں کیا کروں کہ قرآن نے اسی نشہ کی کمی کا ان میں نشان دیا ہے جس کا ان کو تجربہ کرایا جا رہا تھا،

تم کہتے ہو کہ وہ ان تیر اندازوں سے بھاگے جو اندر نہیں بلکہ باہر گھاٹیوں میں چھپے ہوئے تھے، اور قرآن کہتا ہے کہ وہ "مجاہدین" اور "اکثریت" کے اس اعتماد سے بھاگے جو ان کے اندر چھپا ہوا تھا؛

"یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا"

"اور حنین کے دن جب اپنی کثرت تعداد نے تم کو مغرور کر دیا لیکن کثرت تعداد تم کو فائدہ نہ پہونچا سکی"

کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے؟

اگر یہ مقصود نہ تھا تو جس کو طائف سے واپسی کے بعد سب کچھ مل چکا تھا اس کو اس "لاؤ" اور اس "لشکر" کی کیا ضرورت تھی یوں بھی تو اس کا داہنا ہاتھ عجیب و غریب کمالات دکھاتا تھا، یہ غرض نہ ہوتی تو کیا صرف اسی سے وہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا اور جب جی چاہا تو کیا خاک کی مٹھی سے اسی نے وہی کام نہیں لیا جو "موٹرز" کے "لوگوں" سے لیا جاتا ہے!

اندھے ہیں جو کہتے ہیں کہ خون بہاتا تھا جس کا خون بہایا گیا جس کی داڑھی خون سے دھوئی گئی جس کے دانت توڑے گئے، جس کی پیشانی میں "زرہ" کی کڑیاں چبھائی گئیں، نابیناؤ! اسی پر الزام دھرتے ہو کہ اس نے خون بہایا۔

چورو! کوتوال ہی کو ڈانٹتے ہو اور بکف چراغ ہو کر ڈانٹتے ہو حالانکہ تریسٹھ سال کی طویل مدت عمر میں کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ خونیوں میں پلنے والے اس انسان نے خون تو کیا کسی کا بال بھی توڑا تھا؛

اسلامی جہاد کی ترتیب

اف! اگر وہ خون بہانا چاہتا تو پھر ہزاروں کے خون کو صرف ایک خون سے کیوں بچاتا، قطرہ بہا کر سمندر کو کیوں باندھتا یہی یہودی جن کا خون ہر زمانہ اور ہر ملک میں تقریباً ہر صدی میں ارزاں رہا ہے اور اب تک ہے جب خون کے مستحق ہو چکے تھے اور ہر اعتبار سے ہو چکے تھے لیکن ان کے ہزاروں کے خون کو صرف کعب بن اشرف اور رافع بن حقیق دو ہی آدمیوں کے خون سے کیوں محفوظ کر دیا گیا بہت بڑا خیر و شر ہے جس کے ذریعہ سے کسی عظیم و جلیل شر کا سد باب ہوتا ہو، قصاص میں زندگی ہے، آخر اس قانون میں اور کیا ہے؟ بلاشبہ ان دونوں کی موت میں ان تمام یہودیوں کی زندگی کی ضمانت تھی، جو ان کے بعد زندہ رہے پھلے پھولے ورنہ جو منصوبہ ان دونوں نے پکایا تھا اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ عرب سے یہودیوں کا

نعت سید المرسلین

محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم پہ رحمت ناز کرتی ہے!

فخر رامنگری

محمدؐ کی رسالت پر رسالت ناز کرتی ہے
ہدایت پر محمدؐ کی ہدایت ناز کرتی ہے

کئے فاقوں پہ فاقے اور نہ پھیرا در سے سائل کو
محمدؐ کی سخاوت پر سخاوت ناز کرتی ہے

بنایا ہے خدا نے ان کو بیشک شافع محشر
شفاعت پر محمدؐ کی شفاعت ناز کرتی ہے

نبیؐ تھے ساری دنیا کیلئے ختم الرسل بھی تھے
محمدؐ کی نبوت پر نبوت ناز کرتی ہے

وہ عادل تھے نہ رکھا فرق کچھ اپنے پرائے میں
عدالت پر محمدؐ کی عدالت ناز کرتی ہے

جہاں بھر کے لئے بیشک وہ رحمت بن کے آئے تھے
محمدؐ رحمت عالم پہ رحمت ناز کرتی ہے

سراپا ان کے جیسا اب کسی کا ہو نہیں سکتا
بنا کر ان کو خود خالق کی خلقت ناز کرتی ہے

جسے ہو دیکھنا بدر و احد میں آئے اور دیکھے
شجاعت پر محمدؐ کی شجاعت ناز کرتی ہے

وہ میٹھے بول تھے جو دل کو دم میں موہ لیتے تھے
محمدؐ کی فصاحت پر فصاحت ناز کرتی ہے

نہ اک قطرہ بہا خوں اور مکہ فتح کر ڈالا
قیادت پر محمدؐ کی قیادت ناز کرتی ہے

ملک جن و بشر ارض و سما سب زیر فرماں ہیں
محمدؐ کی حکومت پر حکومت ناز کرتی ہے

زمیں کیا آسماں کیا عرش بھی ہے زیر پا ان کے
رسولِ پاک کی رفعت پہ رفعت ناز کرتی ہے

گناہوں سے گئے یوں پاک دنیا سے کہ کیا کہیے
رسول اللہؐ کی عصمت پہ عصمت ناز کرتی ہے

کوئی اپنے نبیؐ سے ایسی الفت کر نہیں سکتا
نبیؐ سے اپنی الفت پر یہ امت ناز کرتی ہے

رسولِ پاک کی حرمت پہ جاں دیتے ہیں خوش خوش
عقیدت پر اس امت کی عقیدت ناز کرتی ہے

چلے جو ان کی سنت پر ملے دنیا بھی عقبیٰ بھی
رسول اللہؐ کی سنت پہ سنت ناز کرتی ہے

ہے مجھ کو فخر حاصل مصطفےٰؐ کی نعت گوئی کا
فخر خوش قسمتی پر اپنی قسمت ناز کرتی ہے

اسی وقت نام و نشان جاتا رہتا جیسا کہ ہمیشہ اسی قسم کے بدباطن یہودیوں نے اپنی قوم پر ہر ملک میں ہر زمانہ میں زندگی تلخ کی ہے جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

آئینہ دیکھ کر انسان کو اپنے اعضاء کے تناسب اور احسن تقویم کی صداقت کا احساس ہوتا ہے، اس موقع پر بھی اخلاق کی اہمیت کا احساس دلایا گیا ہے، اور حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت کی دعا کی تعلیم دی گئی ہے کہ ان دونوں کی جامعیت کے ساتھ انسان خلیفۃ اللہ ہے، آئینہ دیکھ کر ارشاد ہوتا ہے۔

الحمد للہ، اللّٰھم کما حسنت خلقی فحسن خلقی۔ [1]

"اللہ تعالیٰ کا شکر اور تعریف ہے، اے اللہ تو نے میری صورت اچھی بنائی تو میری سیرت بھی اچھی کر دے۔"

کامل زندگی اور حیات طیبہ کی تکمیل ایمان، صحت اور حسن اخلاق کے مجموعہ سے ہوتی ہے، ایک دعا میں ارشاد ہوتا ہے۔

اللّٰھم انی اسئلک صحۃ فی ایمان وایمانا فی حسن خلق، [2]

"اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں تندرستی ایمان کے ساتھ اور ایمان حسن اخلاق کے ساتھ"

ایک دوسری دعا میں ہے:-

واسئلک لسانا صادقا وقلبا سلیما وخلقا مستقیما [3]

"تجھ سے مانگتا ہوں سچی زبان اور قلب سلیم اور اخلاق صحیح۔"

چند اخلاقی باریکیاں

اخلاق کی ان عمومی اور اجمالی دعاؤں کے ساتھ بعض ایسے محاسن اخلاق کی دعا کی گئی ہے (اور اس کے ذریعہ امت کو ان کی اہمیت و اہتمام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے) جو بڑے لطیف اور باریک ہیں اور کمال اخلاق کے لیے معیار کا درجہ رکھتے ہیں، تکمیل اخلاق اور کمال انسانیت و شرافت و تقویٰ کی ایک علامت یہ ہے کہ خدا کے عاجز و مسکین بندوں سے محبت ہو، اہل دولت و قوت کی توقیر اور ان سے محبت کرنے والے تو عام ہیں، مگر فقراء و مساکین سے محبت کرنے والے بہت کمیاب ہیں، یہ اخلاق کا اعلیٰ درجہ ہے جو محض توفیق الٰہی پر منحصر ہے، ایک دعا میں ارشاد ہوتا ہے:-

اللّٰھم انی اسئلک فعل الخیرات وترک المنکرات وحب المساکین [4]

"اے اللہ میں تجھ سے توفیق چاہتا ہوں نیکیوں کے کرنے کی اور برائیوں کے چھوڑنے کی اور غریبوں کے ساتھ محبت کی۔"

دنیا میں رواج دوسروں کو چھوٹا اور اپنے کو بڑا سمجھنے کا ہے، اس مرض سے صرف

[1] مسند احمد عن ام سلمہ۔ [2] مستدرک حاکم عن ابی ہریرہ رض۔ [3] ترمذی عن شداد بن اوس رض۔ [4] مستدرک حاکم عن ثوبان رض۔

وہی برگزیدہ نفوس بچ سکتے ہیں، جن کا تزکیہ ہو چکا ہو اور ان پر فضل الٰہی ہو، اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو بہت کم نفوس اس خود پرستی و خود بینی سے بچتے ہیں۔

ہوس سینے میں چھپ چھپ کر بنا لیتی ہے تصویریں

اس کے لیے اہتمام سے دعا کی ضرورت ہے کہ یہ مرض مشکل سے نظر آتا ہے اور مشکل سے اس سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے، سید المخلصین خود اپنے حق میں اس طرح دعا فرماتے ہیں اور گویا امت کو تعلیم دیتے ہیں۔

اللّٰھم اجعلنی صبورا واجعلنی شکورا واجعلنی فی عینی صغیرا وفی اعین الناس کبیرا۔ [1]

"اے اللہ مجھے بڑا صبر کرنے والا بنا دے اور مجھے بڑا شکر کرنے والا بنا دے اور مجھے میری نظر میں چھوٹا بنا دے اور دوسروں کی نظر میں بڑا بنا دے۔"

ظاہر و باطن کی مطابقت اور دونوں کا جمال و صلاح نعمت خداوندی اور وہ دولت خاص ہے جس کے لیے اہتمام سے دعا کی ضرورت ہے، معلم اخلاق فرماتے ہیں:-

اللّٰھم اجعل سریرتی خیرا من علانیتی واجعل علانیتی صالحۃ [2]

"اے میرے اللہ باطن کو میرے ظاہر سے بہتر کر دے اور میرے ظاہر کو صالح بنا دے۔"

اس کی مزید تفصیل اس دعا میں ملاحظہ فرمایئے:-

اللّٰھم طہر قلبی من النفاق وعملی من الریاء ولسانی من الکذب وعینی من الخیانۃ فانک تعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور [3]

"اے اللہ میرے دل کو نفاق سے پاک کر دے اور میرے عمل کو ریا سے اور میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے، تجھ پر تو روشن ہیں آنکھوں کی چوریاں بھی اور دل جو کچھ چھپائے رکھتے ہیں۔" [4]

دلوں کی ترجمانی

پیغمبر انسانیت نے دعا میں انسانوں کی طرف سے انسانی ضروریات کی بھی ایسی مکمل نیابت کی ہے کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہر زمان و مکان میں ان دعاؤں میں اپنے دل کی ترجمانی اپنے حالات کی نمائندگی اور اپنے اطمینان کا سامان ملے گا اور بہت سی وہ ضرورتیں ملیں گی جن کی طرف آسانی سے ہر ایک انسان کا ذہن جانا مشکل ہے، مثال کے طور پر حسب ذیل دعا پڑھیے:

[1] کنز العمال عن بریدہ رض۔ [2] ترمذی عن عمر رض [3] کنز العمال عن ام معبد رض۔ [4] یہ جملہ امت کے ان افراد کی طرف سے ہے جو دعا کریں۔ ترمذی عن ابی امامہ وغیرہ۔

اللّٰھم انی اعوذ بک من منکرات الاخلاق والاعمال والاھواء والادواء، نعوذ بک من شر ما استعاذ منہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ومن جار السوء فی دار المقامۃ، فان جار البادیۃ یتحول، وغلبۃ العدو وشماتۃ الاعداء، ومن الجوع فانہ بئس الضجیع ومن الخیانۃ فبئست البطانۃ وان نرجع علی اعقابنا او نفتن عن دیننا، ومن الفتن ما ظہر منہا وما بطن ومن یوم السوء ومن لیلۃ السوء ومن ساعۃ السوء ومن صاحب السوء۔ [1]

ترجمہ:- اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال اور نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے اور ہم تیری پناہ میں آتے ہیں ہر اس چیز سے جس سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے، اور مستقل قیام گاہ میں برے پڑوسی سے (اس لئے کہ سفر کا ساتھی تو چل ہی دیتا ہے) اور دشمن کے غلبہ سے اور دشمنوں کے طعنہ سے اور بھوک سے کہ وہ بری ہمخواب ہے اور خیانت سے کہ وہ بری ہمراز ہے اور اس سے کہ ہم پچھلے پیروں پر لوٹ جائیں یا فتنہ میں پڑ کر دین سے الگ ہو جائیں، اور سارے فتنوں سے جو ظاہری ہوں یا باطنی اور برے دن سے اور بری رات سے اور بری گھڑی سے اور برے ساتھی سے۔

کبر سنی میں فراخ روزی

رزق کس کو مطلوب نہیں، مگر کتنے آدمیوں کی اس حقیقت پر نظر ہے کہ فراخ روزی کی سب سے زیادہ ضرورت عمر کے اس مرحلہ میں ہے جب مشکلات زندگی کا تحمل کم، محنت اور کسب معاش کی قوت مفقود اور قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں اور قدرتی طور پر راحت اور فراخ دستی کی طلب زیادہ ہوتی ہے، معلم حکمت نے کیا حکمت کی بات فرمائی:

اللّٰھم اجعل اوسع رزقک علی عند کبر سنی وانقطاع عمری [2]

"اے اللہ میری سب سے زیادہ کشادہ روزی میرے بڑھاپے اور میرے خاتمہ کے وقت کر۔"

عمر کے آخری حصہ کی بہتری و کامیابی

صرف رزق ہی پر اکتفا نہیں عمر کا یہ آخری حصہ ہر اعتبار سے بہتر اور کامیاب تر ہونا چاہیے، ارشاد ہوتا ہے:

واجعل خیر عمری آخرہ وخیر عملی خواتیمہ وخیر ایامی یوم القاک فیہ [3]

"میری عمر کا بہترین حصہ اس کا آخری حصہ کر اور میرا بہترین

[1] ترمذی عن ابی امامہ رض وغیرہ، [2] مستدرک عن عائشہ رض۔ [3] طبرانی عن انس رض۔

عمل میرا آخر ترین عمل کرنا اور میرا بہترین دن وہ کرنا جس میں تجھ سے ملوں:"

غیر متوقع نعمت کی دعا اور ناگہانی مصیبت سے پناہ

نعمت و مسرت بڑی مسرت کی چیز ہے لیکن جو نعمت و مسرت بے سان گمان اور اچانک ملے اس کی مسرت ہی کچھ اور ہے، اسی طرح مصیبت اگر ایک بار پناہ مانگنے کی چیز ہے تو جو مصیبت اچانک اور ناگہاں پیش آئے وہ سو بار مانگنے کی چیز ہے، جن لوگوں کو کبھی اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اس کی چوٹ کو جانتے ہیں، لیکن کتنے آدمیوں کو اس سے پناہ مانگنے کا خیال اور توفیق ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو بھی اپنی جامع و مانع دعاؤں میں فراموش نہیں فرمایا اول الذکر کی دعا کی اور ثانی الذکر سے پناہ مانگی ہے، ارشاد ہوتا ہے:-

اللّٰھم انی اسئلک من فجاءۃ الخیر واعوذ بک من فجاءۃ الشر [1]

"اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں، بھلائی غیر متوقع اور ناگہاں برائی سے تیری پناہ:"

راحت کے بعد کلفت سے پناہ

اسی طرح عیش و فراخی اور خوشی و خرمی کے بعد فقر و فاقہ اور تنگدستی و پریشان حالی پناہ مانگنے کی چیز اور ایک بڑا ابتلاء ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہتمام کے ساتھ اس سے پناہ مانگی،

اللّٰھم انی اعوذ بک من زوال نعمتک وتحول عافیتک وفجاءۃ نقمتک۔ [2]

"اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیری نعمت کے چھٹ جانے سے اور تیری سلامتی کے ہٹ جانے سے اور تیرے انتقام کی ناگہانی سے۔"

ناکارہ عمر سے پناہ

درازی عمر ہمیشہ سے انسانوں کی خواہش رہی ہے اور لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کے لیے اس کی دعا کرتے رہتے ہیں، لیکن ایسی عمر کہ قویٰ جواب دے جائیں اور انسان مفلوج و معذور اور دوسروں کا دست نگر ہو کر رہ جائے، اللہ سے پناہ مانگنے کی چیز ہے، ارشاد ہوتا ہے:-

اللّٰھم انی اعوذ بک من العجز والکسل والجبن والھرم ومن ان ارد الی ارذل العمر۔ [3]

"اے اللہ میں تیری پناہ پکڑتا ہوں کم ہمتی سے سستی سے اور بزدلی سے اور انتہائی کبر سنی سے اور اس سے کہ ناکارہ عمر تک پہنچوں۔"

[1] کتاب الاذکار للنووی عن انس رض۔ [2] مسلم و ابوداؤد، عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رض۔ [3] بخاری، مسلم۔

نفس حریص اور علم غیر نافع سے پناہ

لوگ دولت و رزق کو منتہی سمجھتے ہیں، یہ نہیں جانتے کہ نفس حریص کے ساتھ دولت و رزق کی بڑی سے بڑی مقدار ناکافی ہے، وہ نفس جو کبھی قانع و آسودہ نہ ہو، انسان اور تمام دنیا کے لیے ایک بلا ہے حکیم ربانی نے اس سے پناہ مانگی ہے اور ہمیں اس سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے، اسی طرح علم جو انسان میں خشیت و تقویٰ نہ پیدا کرے اور لوگ اس سے کچھ فیض نہ پائیں، نیز وہ دل بے باک بھی جو خدا کے خوف سے خالی ہو پناہ مانگنے کی چیزیں ہیں کہ انہوں نے انسان کے ساتھ وہ کیا ہے جو دشمن بھی نہیں کرتا، ایک ہی دعا میں ان کو جمع فرمایا جاتا ہے:-

اللّٰھم انی اعوذ بک من قلب لا یخشع ودعاء لا یسمع ومن نفس لا تشبع ومن علم لا ینفع، اعوذ بک من ہؤلاء الاربع۔ [1]

ترجمہ:- اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے دل سے جو ڈرنا نہ جانے اور ایسی دعا سے جو سنی نہ جائے اور ایسے نفس سے جو آسودہ ہونا نہ جانے اور ایسے علم سے جو نفع نہ دے، میں تجھ سے ان چاروں (بلاؤں) سے پناہ چاہتا ہوں۔

زندگی کی بنیادی ضرورتیں

انسان کی بنیادی اور واقعی ضرورتوں میں جیسے فراخ روزی ہے ویسے ہی وسیع گھر ہے، کسی زمانے میں بھی اس کی اہمیت کم نہ ہوئی اور اس زمانے میں تو اس کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے اور وہ زندگی کا ایک اہم مسئلہ بن گیا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی نظر کے سامنے ہے کہ اصل مسئلہ گھر کا وسیع ہونا نہیں ہے اصل مسئلہ گھر کا کافی ہونا اور اس میں وسعت محسوس کرنا ہے اگر وسعت کا احساس نہیں ہے تو وہ وسیع سے وسیع گھر طبع حوصلہ مند کے لیے تنگ اور ناکافی معلوم ہو گا، اور یہی احساس حقارت و عدم کفایت اس زمانے میں تمدن اور اقتصادی نظام کے لیے ایک لاینحل مسئلہ بن گیا ہے، پیغمبر حکیم فراخ روزی اور وسیع گھر کے بجائے اس کی دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رزق میں فراخی اور گھر میں وسعت عطا فرمائے، دونوں میں جو فرق ہے وہ نگاہ نکتہ شناس سے مخفی نہ ہو گا، ارشاد ہے:-

اللّٰھم اغفر لی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی۔ [2]

"اے اللہ مجھے میرے گناہ بخش دے اور مجھے میرے گھر میں وسعت دے اور مجھے میرے رزق میں برکت دے۔"

[1] ترمذی و نسائی، عن عبد اللہ بن عمرو بن عاص رض [2] نسائی عن ابو موسیٰ الاشعری۔

مسافر کی ضروریات و احساسات کی ترجمانی

سفر زندگی کی ایک ناگزیر ضرورت ہے مسلمان کا کوئی اہم قدم اور اہم حرکت بھی دعا اور خیر طلبی سے خالی نہیں ہونی چاہیے، سفر تو ایسا اقدام ہے جس کے لیے بہت زیادہ خیر طلبی اور دعا کی ضرورت ہے، مسافر گھر اور گھر والوں کو چھوڑتا ہے، طویل سفر میں نئے معاملات نئے لوگوں سے اس کو سابقہ پڑتا ہے، ایک مدت تک اپنے گھر اور گھر والوں سے جدا رہتا ہے، اس کا دل فکروں اور تمناؤں سے معمور ہوتا ہے پیچھے کی فکر، آگے کی تمنا، سفر کا اہتمام، راستہ کا تکان، منزل کی دوری، مقاصد کی فکر اس کے دل و دماغ کو مشغول رکھتی ہے، ان میں سے ہر ہر مرحلہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی اعانت اور حفاظت کی ضرورت ہے، دیکھئے اس مختصر سی دعا میں کس طرح ان سب ضروریات و احساسات کی نمائندگی کی گئی ہے، بڑے غور و فکر اور اعلیٰ ذہانت سے بھی اس سے زیادہ جامع دعا ترتیب دینی مشکل ہے:-

اللّٰھم انا نسئلک فی سفرنا ھذا البر والتقویٰ ومن العمل ما ترضی، اللّٰھم ھون علینا سفرنا ھذا واطو عنا بعد الارض، اللّٰھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل، اللّٰھم انی اعوذ بک من وعثاء السفر وکابۃ المنظر وسوء المنقلب فی الاھل والمال۔ [1]

ترجمہ:- اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے سفر میں نیکی اور تقویٰ اور تیری خوشنودی کے کام چاہتے ہیں اے اللہ ہم پر یہ سفر آسان کر دے اور زمین کا فاصلہ طے کر دے، اے اللہ! تو سفر میں رفیق اور گھر والوں میں نائب ہے، اے اللہ میں سفر کی مشقت، ناگوار منظر اور مال و اہل میں بری واپسی سے پناہ چاہتا ہوں۔

لیکن صرف سفر ہی اہتمام اور دعا کا مستحق نہیں، جس نئی بستی میں انسان داخل ہو وہاں کی خیر طلب کرنے کی ضرورت ہے، حدیث میں آتا ہے کہ آپ جب کبھی کسی نئی بستی میں داخل ہوتے تھے تو تین مرتبہ فرماتے تھے۔ اللّٰھم بارک لنا فیھا، پھر فرماتے اللّٰھم ارزقنا جناھا، اے اللہ ہمیں اس کا رزق عطا فرما، مسافر کو (اور پھر جب مسافر داعی اور صاحب پیغام بھی ہو) خاص طور پر اس کی ضرورت ہے کہ اس کو بستی کے رہنے والوں کی محبت حاصل ہو تاکہ وہ پوری راحت پائے اور اس کا پیغام سب کے دل میں گھر کر لے لیکن ایک صاحب عقیدہ اور دیندار مسلمان کو اپنے دینی و اعتقادی رو سے انہی کی محبت کو اپنے دل

[1] مسلم، ترمذی، ابوداؤد، عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رض

میں جگہ دینی چاہیے جو اہل صلاح اور اہل دین ہوں اسی لیے اسی دعا میں فرمایا گیا:-

وحببنا الی اھلھا وحبب صالحی اھلھا الینا۔ [1]

"اے اللہ ہمیں اس کے رہنے والوں کی نگاہوں میں محبوب کر دے اور اس کے باشندوں میں سے جو نیک لوگ ہوں ان کو ہماری نگاہ میں محبوب بنا دے۔"

نئے دن اور نئی رات کی دعائیں

صرف سفر یا کوئی اہم منزل ہی اس کی مستحق نہیں کہ مومن اس کے لیے دعا کرے اور اپنے مالک سے خیر طلب کرے زندگی کا ہر نیا دن اور ہر نئی رات اس کی مستحق ہے کہ بندہ اس دن کی خیر طلب کرے اور اس دن یا رات کے شر سے پناہ مانگے اور اس کی دعا کرے کہ اس دن یا رات کی برکتوں اور نوازشوں اور کامیابیوں سے اس کو وافر حصہ ملے اور اس کی شہادت دے کہ ملک اللہ کا ہے ہر تغیر اور ہر تجدد کے موقع پر اس حقیقت کا استحضار کرے، حدیث میں آتا ہے کہ آپ شام کو یہ دعا فرماتے تھے

امسینا وامسی الملک للہ والحمد للہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر۔ رب اسئلک خیر ما فی ھذہ اللیلۃ وخیر ما بعدھا واعوذ بک من شر ما فی ھذہ اللیلۃ وشر ما بعدھا، رب اعوذ بک من الکسل وسوء الکبر، رب اعوذ بک من عذاب فی النار وعذاب فی القبر۔ [2]

ترجمہ:- یہ شام اس حالت میں ہو رہی ہے کہ ہم اور یہ ساری کائنات اللہ کی سلطنت ہے سب تعریف اسی کی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی سلطنت ہے، اسی کی تعریف ہے، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، میرے پروردگار میں تجھ سے اس رات اور اس رات کے بعد کی خیر طلب کرتا ہوں اور اس رات اور اس کے بعد کی رات کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، پروردگار تیری پناہ سستی سے اور کبر سنی کی برائی سے۔ تیری پناہ جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے۔

اسی طرح صبح کو الفاظ کے تغیر کے ساتھ فرماتے۔ اصبحنا واصبح الملک للہ الخ

ایک دوسری حدیث میں صبح کے وقت ان الفاظ کی تعلیم دی گئی ہے:-

اصبحنا واصبح الملک للہ رب العالمین۔ اللّٰھم انی اسئلک خیر ھذا الیوم فتحہ

[1] طبرانی فی الاوسط، عن ابن عمر رض [2] جمع الفوائد، عن ابی مالک رض

ونصرہ ونورہ وبرکتہ وھداہ واعوذ بک من شر ما فیہ ومن شر ما بعدہ۔ [1]

ترجمہ:- صبح اس حالت میں ہوئی کہ ہم اور سارا عالم اللہ کی سلطنت ہے، اے اللہ میں تجھ سے اس دن کی خیر و فتح و نصرت، نور و برکت و ہدایت مانگتا ہوں اور اس دن کے شر اور اس کے بعد کے شر سے پناہ مانگتا ہوں:

شر نفس سے پناہ

لیکن سب سے زیادہ ڈرنے اور پناہ مانگنے کی چیز اپنے نفس کا شر ہے، دنیا میں بڑی بڑی تباہیاں انسان ہی کے شر سے آتی ہیں اور دین و دنیا کا نقصان اسی "شر نفس" کا نتیجہ ہے، آپ نے بارہا اس سے پناہ مانگی ہے، صبح کی دعاؤں میں ہے۔

اللّٰھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت رب کل شیء والملائکۃ یشھدون انک لا الہ الا انت فانا نعوذ بک من شر انفسنا ومن شر الشیطان الرجیم وشرکہ وان نقترف سوءا او نجرہ الی مسلم۔ [2]

ترجمہ:- اے اللہ آسمانوں و زمینوں کے خالق، غیب و شہود کے جاننے والے! تو ہر چیز کا مالک ہے اور فرشتے بھی شہادت دیتے ہیں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، ہم تجھ سے اپنے نفس کی برائی سے اور شیطان رجیم کے شر اور شرکت سے پناہ چاہتے ہیں اور اس سے کہ ہم اپنے حق میں کسی شر کا ارتکاب کریں یا کسی مسلمان تک پہنچائیں۔

ایک دوسری دعا کے الفاظ ہیں:-

اللّٰھم قنی شر نفسی واعزم لی علی ارشد امری۔ [3]

"اے اللہ مجھے میرے نفس کی برائی سے محفوظ رکھ اور مجھے میرے امور کے اصلاح کی ہمت دے۔"

ایک دوسری دعا کے الفاظ ہیں:-

یا حی یا قیوم برحمتک استغیث اصلح لی شانی کلہ ولا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین۔ [4]

"اے حی اے قیوم میں تیری رحمت کے واسطے تجھ سے فریاد کرتا ہوں کہ میرے سارے حال کو درست کر دے اور مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر۔"

خشیت الٰہی اور یقین کی دعا

اس شر سے اور معصیت سے پناہ اور حفاظت کے لیے سب سے بڑا حصار خشیت الٰہی ہے اسی طرح مصائب کے اثر کو کم کرنے والی چیز

[1] مسلم، ترمذی، ابوداؤد، عن ابن مسعود رض۔ [2] جمع الفوائد، عن ابی مالک رض۔ [3] ابوداؤد، عن ابی عمر رض۔ [4] ترمذی، عن انس رض

صرف یقین ہے، چنانچہ فرمایا گیا:

اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ وَمِنْ طَاعَتِکَ مَا تُبَلِّغُنَا بِہٖ جَنَّتَکَ وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَا تُھَوِّنُ بِہٖ عَلَیْنَا مَصَائِبَ الدُّنْیَا۔ [۱]

ترجمہ:- اے اللہ ہمیں اپنی خشیت سے اتنا حصہ دے کہ ہمارے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے اور اپنی طاعت سے اتنا حصہ کہ تو ہمیں اس کے ذریعے جنت میں پہنچا دے اور یقین سے اتنا حصہ کہ اس سے تو ہم پر دنیا کی مصیبتیں آسان کر دے۔

شرور و معاصی کا سرچشمہ اور اس سے پناہ

ان شرور و معاصی کا سرچشمہ اور ان کا ایک اہم اور قوی سبب دنیا کی محبت اور اس کا مقصود اعظم ہوتا ہے: "حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ" مزاج و مذاق نبوی یہ ہے کہ "اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْآخِرَةِ" (اے اللہ زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے) "وَاِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ"۔

اسی دعا کے آخر میں فرمایا گیا ہے:-

وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا غَایَةَ رَغْبَتِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا۔ [۲]

"اور دنیا کو نہ ہمارا مقصود اعظم بنا اور نہ ہمارے معلومات کی انتہا اور نہ ہماری رغبت کی منزل مقصود اور ہم پر اس کو حاکم نہ کر جو ہم پر نامہربان ہو۔"

محبت الٰہی اصل علاج ہے

دین کو جو چیز آسان، مرغوب و محبوب بناتی ہے، معصیتوں سے طبعی نفرت پیدا کرتی ہے، دنیا کی محبت کو ریشہ ریشہ سے نکالتی اور اس کی بڑی سے بڑی عظمت کو دل و نگاہ سے گراتی، بڑے بڑے امتحانوں میں قدم کو جماتی اور دل کو تھامتی ہے، وہ حقیقی محبت الٰہی ہے، جس کا دل اس محبت کی لذت آشنا ہو گیا، اس کے دل کو نہ کوئی جلال مرعوب کر سکا نہ کوئی جمال مسحور کر سکا۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

ضابطہ کا تعلق یا قانونی اطاعت اس محبت کا قائم مقام نہیں ہو سکتا کہ ضابطہ چور دروازہ بھی پیدا کر لیتا ہے، تاویلیں اور قانونی موشگافیاں بھی جانتا ہے، اکتا بھی ہے تھک بھی جاتا ہے لیکن محبت تاویل سے نا آشنا اور تکان اور اکتاہٹ سے بیگانہ ہے کہ وہ زخم بھی ہے اور مرہم بھی، راہ بھی ہے اور منزل بھی۔

عاشقاں را خستگی راہ نیست
عشق خود راہ است و ہم خود منزل است

محبت الٰہی کی دعائیں

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اہتمام سے اس محبت الٰہی کی دعا فرمائی ہے، ایک دعا کے الفاظ ہیں:-

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ [۳]

"اے اللہ مجھے اپنی محبت پیاری کر دے میری جان سے اور میرے گھر والوں سے اور سرد پانی سے بھی بڑھ کر۔"

ایک دوسری دعا کے الفاظ ہیں:-

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ الْاَشْیَاءِ اِلَیَّ وَاجْعَلْ خَشْیَتَکَ اَخْوَفَ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیْ وَاقْطَعْ عَنِّیْ حَاجَاتِ الدُّنْیَا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِکَ وَاِذَا اَقْرَرْتَ اَعْیُنَ اَھْلِ الدُّنْیَا مِنْ دُنْیَاھُمْ فَاَقْرِرْ عَیْنِیْ مِنْ عِبَادَتِکَ [۴]

ترجمہ:- اے اللہ اپنی محبت کو میرے لیے تمام چیزوں سے محبوب تر اور اپنے ڈر کو میرے لیے تمام چیزوں سے خوفناک تر بنا دے اور مجھے اپنی ملاقات کا شوق دے کر دنیا کی حاجتیں مجھ سے قطع کر دے اور جہاں تو نے دنیا والوں کی آنکھیں ان کی دنیا سے ٹھنڈی کر رکھی ہیں، میری آنکھ اپنی عبادت سے ٹھنڈی رکھ۔

ایک اور دعا کے الفاظ ہیں:-

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّہٗ عِنْدَکَ اَللّٰھُمَّ فَکَمَا رَزَقْتَنِیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ قُوَّةً لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ اَللّٰھُمَّ وَمَا زَوَیْتَ عَنِّیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ فَرَاغًا لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ [۵]

ترجمہ:- اے اللہ مجھے اپنی محبت نصیب کر اور اس شخص کی بھی محبت جس کی محبت تیرے نزدیک میرے حق میں نافع ہو، یا اللہ جس طرح تو نے مجھے وہ دیا جو مجھے پسند ہے اسے میرا معین بھی اس کام میں بنا دے جو تجھے پسند ہے، اے اللہ تو نے جو دور رکھا ہے مجھ سے ان چیزوں میں سے جو مجھ کو پسند ہیں تو اسے میرے حق میں ان چیزوں کے لیے موجب فراغ بنا دے جو تجھے پسند ہیں۔

اعانت و عنایت الٰہی کی دعا

لیکن یہ محبت، یہ اطاعت، یہ توفیق عبادت، یہ ذکر و شکر کی دولت، سب اس کی اعانت و عنایت پر منحصر ہے، اس لیے محبوب خدا نے اپنے ایک محبوب صحابی کو پر محبت الفاظ میں تاکید فرمائی۔

یَا مُعَاذُ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ اُوْصِیْکَ یَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِیْ کُلِّ صَلٰوةٍ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ [۶]

"اے معاذ! واللہ مجھ کو تم سے محبت ہے، میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ یہ دعا کسی نماز میں ترک نہ ہو، کہ اے اللہ میری اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت پر مدد فرما۔"

پامال نہ ہوگا کبھی • گلزار محمد •

انکار ہے اللہ کا انکار محمد ؐ
اللہ کا اقرار ہے اقرار محمد ؐ

گر دیدۂ بینا ہو عطا، تو نظر آئے
انوار الٰہی سے ہیں انوار محمد ؐ

سرکار دو عالم کی جو سنت پہ فدا ہیں
بس ان کو نظر آئیں گے انوار محمد ؐ

ہے سنت نبوی سے نہیں جن کو سروکار
ان پر نہ کھلیں گے کبھی اسرار محمد ؐ

کیا پوچھنا اس کا وہ سعید ازلی ہے
ہو جائے جسے خواب میں دیدار محمد ؐ

غم مجھ کو نہیں لاکھ زمانہ ہو مخالف
پامال نہ ہوگا کبھی گلزار محمد ؐ

ہو جاتے تھے اصحاب ادب سے ہمہ تن گوش
اس طرح سنا کرتے تھے گفتار محمد ؐ

کیا پوچھتے ہو ان کے مدارج کی نہیں تھاہ
قربان ہیں ان پر جو ہیں انصار محمد ؐ

قربان کریں جان، یہاں سر کے بل آئیں
دربار محمد ؐ ہے یہ دربار محمد ؐ

ہے کون بسا دیدۂ و دل میں ترے احمد
ہر دم تجھے حاصل ہے جو دیدار محمد ؐ

صدقے میں محمد ؐ کے تو احمد کی دعا سن
اللہ دکھا پھر اسے دربار محمد ؐ

از: حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی

دعائے مغفرت

تعمیر حیات کے قدرداں دار العلوم ندوۃ العلماء کے انگریزی کے سابق استاذ جناب ماسٹر عزیز الٰہی صاحب کے والد کا ۷/ستمبر ۱۹۸۸ء کو انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم مدرسہ تعلیم القرآن ضلع مراد آباد کے ۱۹۶۲ء سے باثر اور مقبول صدر تھے ان سے مدرسہ کو بڑی تقویت حاصل تھی۔ بڑے دیندار اور پرہیزگار تھے ان کے انتقال سے مدرسہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

قلب سلیم کی شہادت

یہ ہیں حدیث کی وہ دعائیں جن میں نبوت کا نور و یقین، انبیاء کا علم و حکمت اور اس معرفت و محبت کی پوری تجلیات ہیں، جو انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت اور سید الانبیاء علیہ السلام کا امتیاز خاص ہے، جس طرح چہرۂ نبوی پر نظر پڑتے ہی عبد اللہ بن سلام کو طبع سلیم نے شہادت دی تھی، "واللہ ھذا لیس بوجہ کذاب" (بخدا کسی دروغگو کا چہرہ نہیں ہو سکتا) اسی طرح ان دعاؤں کو پڑھ کر قلب سلیم شہادت دیتا ہے کہ یہ نبی معصوم کے سوا کسی کا کلام نہیں ہو سکتا۔

عارف رومیؒ نے دونوں کے متعلق شہادت دی ہے:

در دل ہر کس کہ دانش را مزہ است
روئے و آواز پیمبر معجزہ است

کمالات نبوت اور علوم نبوت کی معرفت و شناخت کے لیے جس طرح سیرت کے ابواب اور اعمال و اخلاق و عبادات ہیں، اسی طرح ایک دلیل نبوت اور معجزۂ نبوی یہ ادعیہ ماثورہ ہیں۔

کتنی خوش قسمت ہے وہ امت جس کو نبوت کی وراثت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں دین و دنیا کا خزانہ اور غیب کی نعمتوں اور دولتوں کی یہ کنجیاں ملیں، اور کتنی بدقسمتی اور پست ہمتی ہے اگر اس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ [۸]

---

[۱] ترمذی عن ابن عمرؓ۔ [۲] نسائی، عن ابن عمرؓ۔ [۳] ترمذی عن ابی الدرداءؓ۔ وعن معاذؓ [۴] کنز العمال، عن ابی مالکؓ۔ [۵] ترمذی، عن عبد اللہ بن یزید الانصاریؓ۔ [۶] ابوداؤد، ونسائی، عن معاذ بن جبلؓ۔

[۸] یہاں یہ بات بے تکلف زبان قلم پر آتی ہے کہ منکرین حدیث کی بہت سی محرومیوں میں سے ایک بڑی محرومی یہ بھی ہے کہ وہ ان مسنون دعاؤں اور الفاظ نبوی سے محروم ہیں جو حدیث میں وارد ہوئے ہیں، حدیث کی صحت و ثبوت میں ان کو جو شبہات ہیں وہ قدرتی طور پر اس بیش بہا ذخیرہ سے فائدہ اٹھانے اور اس کو دعا و اظہار مدعا کا ذریعہ بنانے سے مانع ہیں۔ وکفٰی بہٖ عقابًا۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کی سالانہ تعلیمی رپورٹ

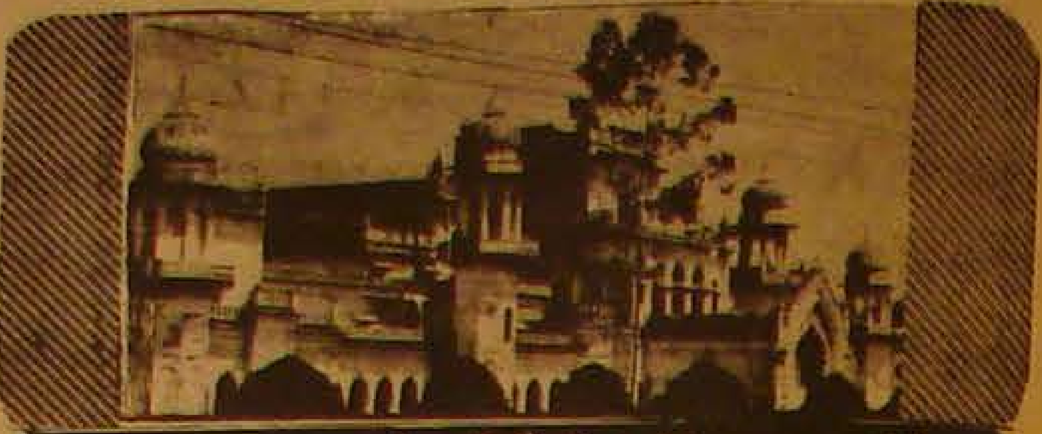

۵ صفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۸/ستمبر ۱۹۸۸ء کو مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسہ میں دار العلوم کے معتمد تعلیم مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس صاحب ندوی نے حسب ذیل رپورٹ پیش کی۔

صدر محترم، حضرات اراکین مجلس انتظامیہ!

حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء کی اجازت سے دار العلوم کی رپورٹ بحیثیت معتمد تعلیم کے پیش کر رہا ہوں:

دار العلوم میں زیر تعلیم طلباء کی تعداد ۱۷۶۰ ہے جن میں بیرون ممالک ملیشیا، انڈونیشیا، بنگلہ دیش، یوگنڈا، مالی، صومال، مصر اور شام کے طلبہ بھی ہیں، جو درخواستیں داخلہ کے لئے آئی تھیں انمیں سے ایک ہزار قبول نہیں کی جاسکیں کیونکہ موجودہ تعداد بھی ہمارے وسائل کے لحاظ سے زیادہ ہے اور نظریہ تعلیم کا تقاضہ یہ ہے کہ اتنی ہی ذمہ داری لی جائے جس سے ہم عہدہ برآ ہو سکیں، طلبہ کی استعداد علمی اور ان کے اندر دینی مقصد کا استحضار قائم رکھنا تعداد بڑھانے سے زیادہ اہم ہے، گزشتہ سال بھی میں نے عرض کیا تھا کہ ہمیں اعتراف ہے کہ اصول تعلیم کے لحاظ سے کسی ایک درجہ میں ڈیڑھ سو اور پونے دو سو طلبہ کا ہونا اور مائکروفون سے استاد کا پڑھانا صحیح نہیں ہے، یہ صورت حال صرف اس وقت قابل قبول ہو سکتی ہے جب مقصد صرف حصول برکت کے لئے اسماع واستماع ہو، لیکن درسیات کی وہ کتابیں جن کے مطالب تفہیم کے متقاضی ہیں اور جن طلبہ کو یہ حق ہوتا ہے کہ اپنے شکوک پیش کر کے استاد سے مزید توضیح کے طالب ہوں وہاں ایک درجہ میں زیادہ سے زیادہ تیس طالب علم ہونا چاہئیں۔ یہ انتظام اگر یہاں کیا جائے تو سردست ۱۲ بڑے کشادہ کمروں کی ضرورت ہوگی جو اس وقت موجود نہیں ہیں، اساتذہ کی تعداد کافی ہونا چاہئے، اساتذہ کا حصول بھی ہمارے لئے سخت دشوار ہے، سرکاری مدارس و جامعات میں اسناد و سفارشات کے ذریعہ ضرورت سے زیادہ اساتذہ مل جاتے ہیں مگر ایک اسلامی درسگاہ میں جس کا خود اپنا ایک معیار ہے اس میں ایسے اساتذہ کی ضرورت ہے جو علمی استعداد تدریس کے تجربہ کے علاوہ ان کے اندر مقصد سے ہم آہنگی اور ادارہ تعلیمی و تربیتی نظام سے ذہنی وابستگی بھی ہو، اور اس طرح کے اساتذہ کا حصول آسان نہیں ہے۔ خاص طور پر جب کہ ہم معاشی سہولتیں بھی قدر کفاف سے زیادہ مہیا نہیں کر سکتے۔ الحمد للہ اس وقت جو اساتذہ کا اسٹاف ہے، وہ ہر معیار سے قابل اطمینان ہے خاص طور پر ہمارے نوجوان ندوی اساتذہ ادبیات عربی، تاریخ اسلام کے علاوہ دینیات و احادیث نبویہ میں بھی قابل اعتماد و صلاحیت کے حامل ہیں، اور متعدد ایسے اساتذہ ہیں جو بڑی تنخواہوں اور اہم سرکاری اداروں میں جا سکتے ہیں، مگر ندوہ سے ان کا جذباتی اور عقیدت و محبت کا تعلق ہے جس کی وجہ سے وہ معمولی معاوضوں پر اور بعض بلا معاوضہ کام کر رہے ہیں۔

جو طلبہ یہاں حصول تعلیم کی غرض سے آ رہے ہیں ان میں بڑی تعداد ایسے طلبہ کی ہے جن کو دینی علوم کے حصول کا شوق ہے اور ندوہ کے نظام تربیت سے ذہنی طور پر مطمئن ہیں، اور ان کے اندر اپنی علمی استعداد بڑھانے کا جذبہ ہے، چند سال پیشتر یہ صورت حال نہیں تھی کچھ سال ایسے بھی گزرے ہیں جن میں طلبہ کی بڑی تعداد کا مرجوعہ اس لئے تھا کہ وہ مصر و شام یا سعودی عرب کی درسگاہوں میں اپنے داخلہ کے لئے راہ ہموار کریں، اور ہمیں محسوس ہوتا تھا کہ ہماری حیثیت ایک پل کی رہ گئی ہے، لیکن وہاں کی جامعات میں داخلے جب تمام مدارس اسلامیہ سے فارغ ہونے والوں کے لئے عام ہو گئے اور بعض اداروں نے اپنے خصوصی تعلقات مستحکم کر لئے جس کی بناء پر ندوۃ العلماء کے علاوہ زیادہ آسان راستے ان کے لئے کھل گئے اس کی وجہ سے الحمد للہ ایک ناپسندیدہ سلسلہ سے ندوہ کو آزادی حاصل ہوئی، مزید یہ کہ وہاں کی جامعات نے جو نشستیں ہندوستانیوں کے لئے محفوظ رکھی ہیں، ان سے سیکڑوں زیادہ درخواستیں پہنچنے لگی ہیں، ندوہ نے اس عرصہ میں یہ معمول رکھا تھا کہ اگر خود ان جامعات نے خواہش ظاہر کی کہ اتنے طلبہ ندوہ سے بھیجے جائیں، اسکے مطابق یہاں کے ذی استعداد طلبہ کی سفارش کی جاتی تھی، اور الحمد للہ وہاں جا کر ان طلبہ نے اپنا علمی تفوق قائم رکھا اور ندوہ کے لئے اچھے نمائندہ ثابت ہوئے، اس وقت بھی ہم عام درخواست دینے والوں کی ہمت شکنی نہیں کرتے تھے لیکن ہمت افزائی بھی نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ تجربہ سے ثابت ہو چکا تھا کہ وہاں کی جامعات کے اسکالرشپ طلبہ کے اندر معیار زندگی کو اچانک بلند کرنے میں معاون ثابت ہوا کرتے ہیں اور جنہیں کہیں دوسری جگہ مبعوث نہیں کیا جاتا ان کے لئے واپس آ کر اپنے ملک اور ماحول میں کام کرنا پڑتا سو یہاں روح اور نفسیاتی کشمکش کا سبب بنا کرتا تھا۔ بہرحال یہ صورت حال بالکل ختم تو نہیں ہوئی ہے مگر اسی فیصد کم ضرور ہو گئی ہے اور اندازہ یہ ہے کہ مستقبل میں شاید یہ جامعات برائے نام ہی غیر ملکی وفود کا استقبال کر سکیں۔

دار العلوم ندوۃ العلماء میں ایک اہم مسئلہ تعلیمی اور انتظامی لحاظ سے قابل غور یہ ہے کہ غیر ملکی طلباء خاص طور سے عرب ممالک کی جامعات سے فارغ ہو کر یا فارغ ہونے سے پہلے یہاں آ کر تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں، صراحت کے ساتھ یہ عرض ہے کہ ہمارے ادارہ کے سربراہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی الحسنی الندوی مدظلہ کی شخصیت اور ان کی ذاتی کشش اور عالم اسلام میں ان کی نیک نامی و مقبولیت اور ان کی کتابوں سے استفادہ کا عام ہونے کی بناء پر بہت سے علماء اور اساتذہ کی یہ خواہش ہے کہ ان کے لڑکے مولانا کے قریب آ کر رہیں۔ چنانچہ اس وقت بھی ایسے طالب علم یہاں زیر تعلیم ہیں جنکے سرپرستوں نے دوسرے مدارس سے پوری واقفیت کے بعد اپنے تجربہ اور مشاہدات کی روشنی میں ندوہ کو ترجیح دی ہے، اس وقت زبانی اور تحریری آئی درخواستیں ہمارے یہاں موجود ہیں کہ اگر ہم سب کو قبول کریں تو ایک مستقل دار الاقامہ ایسا بنانا ہوگا جس میں کم سے کم معیار کے غیر ملکی طلباء رہ سکیں، اور انکے کھانے کا معیار بھی ان کے مطابق اگر نہ ہو تو بھی اس معیار سے اونچا ہونا چاہئے جو ہمارے ملکی طلبہ کا ہے، نیز اساتذہ کی تعداد میں وسیع اضافہ کی ضرورت اب بھی ہے۔ اور ان طلبہ کو قبول کرنے کے بعد اور بڑھ جائے گی۔ حالات کا مقابلہ ہم اپنے مادی وسائل سے نہیں کر سکتے، دعاء اور اخلاص کی فضا جو الحمد للہ حضرت ناظم ندوۃ العلماء مدظلہ کی بار بار تلقین اور تذکیر سے اور ان کے ذاتی اہتمام و کاوش سے قائم ہوئی ہے، یہی ہمارا اثاثہ ہے۔

مناسب ہوگا کہ آپ حضرات کی خدمت میں یہاں کے تعلیمی درجات کا بھی ایک خاکہ پیش کر دیا جائے، جو تحریک ندوہ اصلاح نصاب کا داعی رہا ہے اور اس کی عملی تطبیق کے لئے یہ دار العلوم معرض وجود میں آیا تھا، اس لئے ہم اگر اسکو ایک مقام پر پہونچ کر جامد کر دیں تو خود ہمارے اصول و مقصد کے خلاف ہوگا۔ اسلئے ہمیشہ خوب سے خوب تر کی جستجو رہی اور مقصد اولین کتاب اللہ اور سنت رسول کریم رہا جو انشاء اللہ ہمیشہ رہیگا اسلئے اس کے حصول کے لئے تعلیمی مناہج بدلتے رہے ہیں، اسوقت دینیات فقہ و حدیث اور عربی زبان، تاریخ اسلام وغیرہ کی تعلیم ۹ سال میں مکمل ہوتی ہے۔ جس میں کامیابی کے بعد عالمیت کی سند دی جاتی ہے۔ چند سال پہلے یہی آخری درجہ تھا اور طالب علم اس کو پاس کر کے فضیلت کی سند حاصل کرتے تھے، اب فضیلت کی سند اس کے دو سالہ تعلیم کے بعد دی جاتی ہے اور اس کی نوعیت تخصص کی کر دی گئی ہے، دینیات میں تین شاخیں ہیں، تخصص فی الحدیث، تخصص فی الفقہ

اور تخصص فی التفسیر، ان تینوں شعبوں کے مجموعہ کا نام "کلیۃ الشریعۃ" ہے۔ دوسرا "کلیۃ عربی زبان وادب" کا ہے، مگر اسمیں بھی احادیث نبویہ کی حیثیت اساس کی ہے دینیات یا ادب میں تخصص کے بعد طالب علم کو "المعہد العالی للدعوۃ والإرشاد" میں داخلہ مل سکتا ہے جہاں اس کو دعوت اسلامی کے مناہج سے متعارف کرایا جاتا ہے، بیرونی معاندانہ حملے اسلامی تعلیمات پر کس کس طرح سے اور کن اطراف سے ہو رہے ہیں یا کئے گئے ہیں، ان سے باخبر کیا جاتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں جتنے جدید تحقیقات علمی اور مباحث ان کے سامنے رکھے جاتے ہیں،

ندوہ کی مالی حالت دور سے دیکھنے والوں کو شاید قابل اطمینان نظر آتی ہو، اور عرب کے علماء، داعیان کے بار بار آنے اور حضرت مولانا کے بیرونی ممالک کے متعدد اسفار کی بناء پر یہ بات مشہور بھی ہو گئی ہے کہ یہاں مالی وسائل کی فراوانی ہے۔ لیکن آپ حضرات ہماری مجلس کے ارکان اور ادارہ کے مخلص بزرگ ہیں آپ کی اطلاع کے لئے عرض کرتا ہوں کہ ۵، لاکھ روپے کا بجٹ مشکل سے پورا ہوتا ہے عمارتوں کی ضرورتیں بڑھ رہی ہیں اور احاطہ ان کے لئے تنگ ہو رہا ہے، مسجد کی دو بار توسیع ہو چکی ہے پھر بھی برسات اور دھوپ میں طلبہ کو اذیت اٹھانا پڑتی ہے اس لئے تیسری بار توسیع کے لئے رمضان میں سنگ بنیاد رکھ دیا گیا ہے، ورزش کا میدان صرف ایک باقی رہ گیا ہے جہاں تمام طلباء محدود وقت میں اپنی صحت کو قائم رکھنے کے لئے اور اپنی عمر کی جولانی کے لحاظ سے "العقل السلیم فی الجسم السلیم" کے اصول پر ورزش کھیل نہیں کھیل سکتے، بیرونی امداد کے حصول میں حکومت کی طرف سے پابندی بدستور قائم ہے، ہم ایک روپیہ کی مدد بھی باہر سے براہ راست قبول نہیں کر سکتے تاآں کہ حکومت کے متعلقہ ادارہ کو بتائیں کہ یہ رقم کس نے بھیجی اور کیوں بھیجی اور اس کے مصارف کیا ہوں گے، گذشتہ سال تقریباً ڈیڑھ لاکھ کے چیک جو کویت اور سعودی عرب سے آئے تھے، واپس کر دیئے گئے دوسری طرف زکات کی مد میں جو رقمیں آتی ہیں ان کو حیلہ وتاویل سے دوسری مدات میں خرچ کرنے کا اصول ہمارے یہاں اختیار نہیں کیا گیا ہے اور اندرون ملک سے جو امداد آتی ہے اسمیں بڑی مقدار صدقات واجبہ کی ہوتی ہے، یہ دشواریاں

میں جن پر ہم اپنے محترم اراکین مجلس کو غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور کوئی ضروری نہیں کہ اسی جلسہ میں وہ کوئی رائے دیں، حسب سہولت آئندہ بھی اپنے مشوروں سے ادارہ کو مستفید کر سکتے ہیں۔

بیرونی ممالک سے دعوت نامے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کے نام مسلسل اور ایک وقت میں کئی ملکوں سے آتے رہے، مولانا کے اسفار سے بالواسطہ ندوہ کو اخلاقی اور مادی دونوں طرح کے فوائد حاصل ہوتے ہیں، ندوہ اور اس کے کاموں کا تعارف ہوتا ہے نیز اس ملک کی عظمت بھی لوگوں کی نگاہوں میں دوبالا ہوتی ہے، جیسا کہ آپ حضرات جانتے ہیں کہ مولانا نے جب بھی ہندوستان کا تعارف کرایا تو صرف ندوہ کی خدمات ہی کو بیان نہیں کیا بلکہ دوسری اسلامی درسگاہوں اور ان کی خدمات کا بھی پوری وسعت قلبی کے ساتھ تعارف کرایا اور اس درجہ فراخدلی سے جس کی اس زمانہ میں کسی سے بہت کم توقع کی جا سکتی ہے، اس طرح اگر یہ سفر یورپ وامریکا اور مشرق بعید کی طرف ہو جاتے جن کی دعوتیں اب تک موجود ہیں ندوۃ العلماء کے لئے حسب دستور مفید ثابت ہوتے، لیکن مولانا کی صحت کی کمزوری، ہندوستان کے اندرونی تقاضے مسلم پرسنل لاء کی صدارت اور اس کی ذمہ داریاں، مختلف مدارس اور جامعات کی طرف سے دعوتیں اور وہاں کے ذمہ داروں کے پیہم اصرار کی بناء پر باوجود صحت کی کمزوری شرکت کرنا غیر ملکی سفروں کی راہ میں حائل ہوتا رہا۔

جن عالمی مجالس میں مولانا کی حیثیت رکن رکین کی ہے، اور جنکی تاسیس میں مولانا شریک تھے ان میں رابطۃ الجامعات الاسلامیہ کی بھی ہے جس کا صدر دفتر مراکش کے شہر رباط میں ہے اور جس کے موجودہ صدر ڈاکٹر عبداللہ بن محسن الترکی ہیں۔ اس کے سالانہ جلسوں میں مولانا کی شرکت ہوتی رہی ہے، اس سال جو اجلاس کوالالمپور میں ہوا اس میں عاجز نے مولانا کی نیابت میں شرکت کی اس رابطہ جامعات میں مولانا کا نام انکی عالمی شہرت ومقبولیت کی بناء پر موجود ہی ہے اب ندوۃ العلماء بحیثیت ادارہ کے بھی اس کا رکن ہے، اور یہ خوشی کی بات ہے کہ اس رابطہ نے تمام مدارس اسلامیہ کے لئے اپنے دروازے کھول دیئے ہیں

اور اب ہر ادارہ درخواست دے کر اس کا رکن بن سکتا ہے اور عدم استطاعت کی بناء پر وہ فیس بھی معاف ہو سکتی ہے جو اسی سال سے مقرر کی گئی ہے، اسی ضمن میں "الثقافۃ الاسلامیۃ العالمیۃ" کا اجلاس بھی ہوا جس میں دارالعلوم کے لائق استاد مولانا سلمان الحسینی اور مولانا عبداللہ بن محمد الحسنی نے شرکت کی اور مباحثوں میں حصہ لیا، مالیزیا کے ضلع قدح میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طرز پر اس کے نہج اور نصاب کے مطابق ایک درسگاہ قائم ہوئی ہے جس کا سنگ بنیاد گزشتہ مالیزیا کے سفر کے موقع پر مولانا نے خود رکھا تھا، اب وہ درسگاہ ماشاء اللہ روز افزوں ترقی پر ہے، مولانا سلمان حسینی اور مولوی عبداللہ بن محمد الحسنی نے وہاں تقریباً ایک ہفتہ گزارا اور محاضرات دیے، اس کے علاوہ سیانج اور دوسرے صوبوں میں بھی علمی اور دینی دورے کئے اس موقع پر طلبہ کا بھی ایک بین الاقوامی کیمپ قائم کیا گیا تھا جسمیں ہمارے چار طالب علم بھی شریک ہوئے۔

دارالعلوم کے اندرونی انتظامات میں اس بات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ تعلیم وتعلم مدرسہ کا موضوع ہے اور طلبہ قوم کی امانت اور دینی مہمان ہیں، ان کو امکانی حدود میں سہولت پہونچانا اور تعلیم ومطالعہ میں وسعت پیدا کرنے کے لئے مواقع فراہم کرنا منتظمین کا فرض ہے چنانچہ کتب خانہ تعلیمی اوقات کے علاوہ شام کو بھی دس بجے رات تک کھلا رہتا ہے۔

آخر میں دارالعلوم کے ملحقہ مدارس کے متعلق عرض ہے کہ اگرچہ ان کے میزانیے اپنے مستقل ہیں اور یہ مدرسے کسی درجہ میں خود کفیل ہیں، پھر بھی شہر کے اندر مکاتب اور بعض دوسرے شہروں کے مدارس ملحقہ کو مدد دینا ضروری ہو جاتا ہے مگر افراد کار کی کمی بشدت محسوس ہو رہی ہے جس کی بناء پر بہتیرے مدارس کا الحاق ہم صرف اخلاقی اور تعلیمی سرپرستی کی حد میں قبول کرتے ہیں۔ ان ملحقہ مدارس میں جہاں امتحانات نصاب بغیر کسی ادنیٰ تغیر کے پڑھایا جاتا ہے، اور جہاں امتحانات بھی دارالعلوم کی سرپرستی میں ہوتے ہیں وہاں کے طلبہ کو ہم قبول کرنے پر اخلاقاً مجبور ہیں اس کے سوا جو براہ راست داخلہ کے لئے جو درخواستیں آتی ہیں ان کو منظور کرنے کی گنجائش نہیں رہتی، دارالعلوم سے ساڑھے چھ میل کے

فاصلہ پر بہیت مئو میں جو زمین حاصل ہوئی ہے اور سردست اس کی نوعیت شاخ کی ہے۔ وہاں درجہ حفظ اور ابتدائی درجات قائم کر دیئے گئے ہیں، ضرورت ہے کہ ابتدائی اور ثانوی درجات کے لئے وہاں عمارت تیار ہو جائے تو موجودہ احاطہ صرف اعلیٰ تعلیم اور معاہد اور کلیات کے لئے خاص ہو جائے۔

اس وقت ضرورت مالی وسائل اور افراد کار دونوں کی ہے۔ اور اگر کام کو مزید وسعت نہ بھی دیں اور موجودہ حدود ہی تک اپنی جد وجہد منحصر رکھیں تو اس کے لئے بھی ہمارے وسائل کم ہیں، اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم یہ نہیں بھول سکتے کہ حضرت ناظم ندوۃ العلماء مدظلہ کی صحت انحطاط کی طرف مائل ہے اور ملکی وغیر ملکی تقاضے روز افزوں ہیں۔ ان کے نائب مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی جو گذشتہ ۳۰ سال سے ندوۃ العلماء کے استحکام وترقی اس کی شاخوں کے قیام کی کوشش اور تعمیرات کی سرپرستی ونگرانی کر رہے ہیں ان کی صحت عرصہ سے کمزور چل رہی ہے، آپ حضرات دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ تادیر ان حضرات سے کام لیتا رہے جو اس اسلامی قلعہ کی بقا اور استحکام اور اس کی نیکنامی میں اضافہ کے لئے ضروری ہے۔ الحمد للہ کہ دارالعلوم کے بڑے اساتذہ میں مولانا سید محمد رابع الحسنی کی علمی رہنمائی سے تعلیم کا معیار بڑھتا رہا، مولانا ابوالعرفان خاں صاحب جو عرصہ دراز تک اہتمام کا کام کر چکے ہیں اور وسعت مطالعہ اور تدریسی تجربات کی بناء پر متعدد درسگاہوں کی مشاورتی مجلسوں کے رکن ہیں ان کی خدمات ندوہ کی علمی ساکھ کو قائم رکھنے میں معاون ہیں مہتمم صاحب دارالعلوم مولانا محب اللہ لاری اپنی صحت کی کمزوری کے باوجود اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں اور ان کے لئے نائب کے طور پر مولانا مفتی محمد ظہور صاحب ندوی کا انتخاب ہو چکا ہے، جو توقع سے زیادہ سرگرمی اور دلچسپی سے کام کر رہے ہیں اور سب سے زیادہ قابل شکر بات یہ ہے کہ الحمد للہ دارالعلوم کے انتظامیہ اور ہیئت تدریس کے درمیان باہم اعتماد کی فضا قائم ہے، کوئی پارٹی یا گروپ بندی نہیں ہے، ایک دوسرے کے معترف اور قدر داں ہیں، آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو نظر بد اور انتشار سے محفوظ رکھے۔ (بقیہ صفحہ ۲ پر)

بقیہ صفحہ ۲ کا۔ (مکہ کے یتیم)

دو دو سلطنتوں کا چیلنج قبول کر لیا؟ انور نے کس کی امت کی خاطر جان تک نذر کر دی؟ محمد احسن کو کس کے نام کی عزت وناموس نے در در پھرایا؟ گھر سے بے گھر کرایا، نظر بند کرایا؟ محمد علی کس کی امت کے غم میں دیوانہ وار جلا وطن ہوا۔ نظر بند ہوا۔ جیل میں کئی کئی سال کاٹے؟ سب کے جواب میں ایک بار پھر اسی عبداللہ کے لخت جگر اور آمنہ کے نور نظر کا نام لیا جائے گا، یا کسی اور کا؟

بے نظیر علم کلام کس کے پیام کیلئے

غزالی کی تصانیف پر خود انہیں رشک آ گیا ہے، جن پر ہم آپ دن رات رشک کرتے رہتے ہیں۔ یہ قول جارج ہنری لیوس (صاحب تاریخ فلسفہ) کا ہے، اگر غزالی کی تصانیف ڈیکارٹ کے وقت تک ترجمہ ہو گیا ہوتا، تو لوگ ڈیکارٹ کے فلسفہ کو غزالی کا سرقہ سمجھتے۔ یہ غزالی اور ان کے آثار قدم پر چلنے والے شاہ ولی اللہ دہلوی اور حکیم الامت اشرف علی تھانوی وغیرہم نے علم اسرار الدین اور معالجۂ امراض نفسانی پر جو دفتر کے دفتر تیار کر دیے ہیں، ان کا حاصل اور لب لباب کیا ہے، بس اسی نبی امی کے لائے اور پھیلائے ہوئے دین کی حمایت ونصرت اور اس کی تبلیغ وترویج۔ ابوالحسن اشعری اور ابوبکر باقلانی، رازی اور آمدی، نسفی اور جرجانی نے عقائد وکلام میں تصانیف کا جو انبار لگا دیا، اور ان کے جانشین جس طرح ہر دور میں پیدا ہوتے رہے، یہاں تک کہ آج چودھویں صدی ہجری کے وسط میں بھی جو کام ہو رہا ہے اس پایہ کا علم کلام کی شخصیت کے اردگرد پیدا ہو سکا ہے؟ کون سی تاریخی ہستی اتنا زبردست اور اس قدر وسیع کلامی لٹریچر پیدا کرا سکی ہے۔؟

تفسیر کے میدان میں رجعت

مفسرین کرام کے نام اور ان کے کارنامے کس پر روشن نہیں؟ تابعین میں ضحاک اور قتادہ، مجاہد اور ابن زید نے معانی قرآنی کی جو خدمت کی، اس کا صلہ کس کے امکان میں ہے۔ ابن جریر کے تیس مجلدات کو کون بھول سکتا ہے۔ ابن کثیر کی کاوش وجستجو کی داد کون دے سکتا ہے۔ بیضاوی وزمخشری کی قدر کس کے دل میں نہیں۔ بغوی اور نسفی ابن حیان اور ابو سعود نے اپنی عمریں کس کی خدمت کے لئے وقف کر دیں بچشم تصور دیکھ رہی ہے، کہ یہ سب کے سب اپنے اپنے مجلات واسفار لئے ہوئے، ایک امی کی خدمت میں دست بستہ اس کی نگاہ وکرم کے منتظر کھڑے ہوئے ہیں، اور ان کی بڑی سی بڑی آرزو یہ ہے، تو یہ کہ اس کی قدموں پر نثار ہو جائیں!

نحو ولغت، خدمت نبی کی ایک صورت

نحو ولغت کی طرف آیئے تو ایک سے بڑھ کر ایک امام فن نظر آئیں گے، ایسے کہ جن پر خود فن کو ناز ہے۔ کسائی اور ابو الاسود دؤلی، خلیل اور سیبویہ، ابن مالک اور ابن حاجب، ابن درید وابن سیدہ زمخشری ومطرزی، جوہری وفیروزآبادی ابن منظور وزبیدی کسی نے صرف پر لکھا اور کسی نے نحو پر، کسی نے لغت کو اپنا موضوع رکھا لیکن ان تمام پردوں کے پیچھے مقصود اصلی سب کا کیا رہا؟ وہی دین کی خدمت امی کے لائے اور بتلائے ہوئے دین کی خدمت! کیا دنیا میں امیوں اور ان پڑھوں کو یہی مرتبے حاصل ہوا کرتے ہیں؟ امیوں کو چھوڑیے، جو زیادہ سے زیادہ پڑھے لکھے گذرے ہیں، کیا ان میں سے کسی کو بھی ایسے شارح، ایسے ایسے خادم نصیب ہوئے ہیں؟ معانی وبیان اور بدیع پر لکھنے والوں کی تعداد اس فہرست پر مستزاد

حکیم اور فلسفی

سب سے آخر میں فلسفیوں کو لیجئے فلسفی بھی بھلا کسی کے ہوئے ہیں؟ لیکن یہاں کیا ہے کہ ابن سینا وابن رشد، طوسی، وفارابی، رازی وشیرازی، سب کے سب اسی زلف کے اسیر، سب کے سب عقیدتوں کے دامن، امی کے بند نعلین سے وابستہ! کتنے علوم وفنون کے نام گنائے جائیں گے؟ زندگی کے کن کن شعبوں کو روشنی میں لایا جائے؟ قوت اور صولت کے کن کن پہلوؤں کو شمار کیا جائے؟ سرداروں اور نامورں کے نام، شہادت میں کہاں تک پیش کئے جائیں، کہ:

"جملہ ترکان جہاں بندۂ تو"

نعت پاک

ڈاکٹر راشد علی راشد

دل جس پہ نثار ہے وہ قبلہ تم ہی تو ہو
میرے سکونِ قلب کی دنیا تم ہی تو ہو!

دلیل زلف آپ کی چہرہ ہے ماہتاب
اس نور ایزدی کا کرشمہ تم ہی تو ہو!

انگلی کے اک اشارے سے شق کر دیا قمر
جس نے کیا یہ معجزہ برپا، تم ہی تو ہو!

آنکھوں کو دی ہے روشنی دل کو دیا ہے نور
وہ چارہ گر، طبیب، مسیحا تم ہی تو ہو!

بگڑے ہوؤں کو جس نے دکھائی رہ نجات
گرتے ہوؤں کو جس نے سنبھالا تم ہی تو ہو!

وقت نزع نہیں ہے کوئی میرا چارہ گر
لمحات آخری میں سہارا تم ہی تو ہو!

مدارس میں ذکر

مصر کے جامع ازہر آزاد اسلامی ممالک کے مدرسوں کو چھوڑیے، غلام اور بے نواز ہندوستان، میں جہاں عربی کے سکہ کا چلن کسی بازار میں بھی نہیں، یہ آخر ندوہ اور دیوبند کے یہ عظیم الشان مدارس کس کا نام لئے ہوئے چل رہے ہیں؟ جامعہ ملیہ کس کی امت کی خدمت کی خاطر زندہ ہے؟ علیگڈھ، آزادیوں کے دعوے کے باوجود، کس کے دین وآئین کی پابندیوں پر نازاں ہے؟

کس وقت بلندی کا اعلان ہو رہا ہے

ہندوستان کے چھوٹے چھوٹے قریوں اور موضعوں، عرب کے ریگستان اور چٹیل میدان، اور افریقہ کے صحرا وبیابان سے لے کر، لندن اور پیرس اور برلن کے تمدن زاروں تک، ہر روز، اور ہر روز میں بھی پانچ پانچ بار کس کے نام کی پکار، اللہ کے نام کے ساتھ ساتھ بلند ہوتی رہتی ہے؟ اپنی ذاتی عقیدت مندی کو الگ رکھیے، محض ایک خالی الذہن اور ناطرفدار تماشائی کی حیثیت سے محض واقعات پر نظر کر کے، فرمایئے کہ یہ مرتبہ، یہ اکرام، دنیا کی تاریخ معلوم سے لے کر آج تک کسی ہادی، کسی رہبر کسی مخلوق کو حاصل ہوا ہے؟ جس بے کس اور بے بس سے، عین اس وقت جبکہ اسے زور اور قوت والے سرداران قریش اپنے خیال میں کچل کر اور پیس کر رکھ چکے تھے اور اس کا نام ونشان تک مٹا چکے تھے: یہ وعدہ ہوا تھا، کہ:

"ورفعنا لک ذکرک"

"ہم نے تیرے لئے تیرا ذکر بلند کر رکھا ہے"

اگر آوازہ آس کا بلند نہ ہوگا تو اور کس کا ہوگا؟ نام اس کا سرافراز اور سربلند نہ ہوگا، تو اور کس کا ہوگا؟ بلندیٔ ذکر کی یہ وہ تفسیر ہے جو اوراق لیل ونہار پر ساڑھے تیرہ سو برس سے ثبت چلی آ رہی ہے، چشم روزگار اسے صدیوں سے پڑھتی چلی آ رہی ہے، اور خدا معلوم کب تک اسی طرح پڑھتی رہے گی!

حشر کے دن عنداللہ، اس بندہ کا جو مرتبہ ہوگا، وہ تو ہو ہی گا، اس سے قطع نظر کرکے ذرا صرف اس مرتبہ کا تصور کیجئے، جو محض اس بلندیٔ ذکر کے لحاظ سے اس روز حاصل ہوگا۔ فوج کی فوج، انبوہ در انبوہ، اِدھر سے ملوک وسلاطین چلے آ رہے ہیں، اُدھر سے بڑے بڑے نامور جنرل اور سپہ سالار۔ ایک طرف سے مفسرین عظام۔ اہل فقہ، اہل اصول، اہل تصوف، اہل لغت، اہل سیر، اہل رجال، اہل نحو، اہل معانی، اہل بیان، اہل فلسفہ، اہل منطق، اہل اخلاق، جس فن کو بھی لیجئے اس کے ائمہ وماہرین، ادب سے آنکھیں نیچی کیے، ہاتھ باندھے ہوئے، خادمانہ انداز سے گرد وپیش حلقہ کئے ہوئے ہیں! ایک اسی انعام کی پوری وسعت کا تصور کس کے بس کی بات ہے؟